حضور ﷺ نے فرمایا: "البرکۃ مع أکابرکم" برکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہیں۔
(رواہ ابن حبان باسناد صحیح)

اشاعت نمبر ۹

تحقیقی، علمی و اصلاحی

رسالہ

دِفَاعِ اَسلاف ہند

فہرست مضامین

زیرِ سر پرستی

مصلح ملت
حضرت مولانا عبید الرحمٰن اطہر صاحب
دامت بر کاتھم

سلسلة دفاع فضائل اعمال ۹

۳۰ سال تک جنت ایک بزرگ کے سامنے آتی رہی ؟؟؟

(ابوزید ضمیر اور معراج ربانی کو جواب)

- مفتی ابو احمد ابن اسماعیل المدنی

- مولانا عبدالرحیم قاسمی

- ڈاکٹر ابو محمد شہاب علوی

غیر مقلد مبلغ ابوزید ضمیر صاحب ایک سوال کے جواب میں کہتے ہیں (سوال وجواب دونوں پیش ہیں):

سوال:

ایک کتاب ہے جو فضائل اعمال کے نام سے مشہور ہے، اس میں ایک واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ۳۰ سال سے جنت میرے سامنے آتی رہی اور میں نے نگاہ بھر کے بھی اس کو دیکھا نہیں اور وہاں پر لکھا ہے کہ ہم تو جنت والے یعنی اللہ کے طالب ہیں، **ممشاد** دینوری، جہاں تک مجھے یاد ہے، کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے۔

جواب : (ابوزید ضمیر صاحب کہتے ہیں)

"یہ کہنا صحیح نہیں ہے، جنت کی طلب ہونا یہ خود ایمان اور آدمی کی عقل مندی کا حصہ ہے، ایک آدمی کو جنت کی طلب ہو یہ جنت کی قدر کی علامت ہے، یہ اس بات کی علامت ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ نے قیمتی چیز قرار دیا، آدمی کے دل میں اس کی قیمت ہے، لیکن کوئی آدمی کہے کہ ہم کو جنت نہیں، جنت والا چاہیے، تو زبانی اعتبار سے تو بہت بڑی بات ہے، مگر دینی اعتبار سے کوڑے کے برابر ہے، اس کی کوئی قیمت نہیں ہے، کیوں؟ کیونکہ اللہ کی نعمت کی ناقدری ہے، اللہ کے نبی ﷺ کے صحابی ہیں، کتنے صحابہ ہیں، جنگ میں ہیں، اور آپ ﷺ ترغیب دے رہے ہیں، کون ہے جو یہ عمل کرے گا میں اس کو جنت کی ترغیب دے رہا ہوں، اٹھو ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑائی زمین وآسمان کے برابر ہے، ایک صحابی اٹھے، ۔۔۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم بھی انہیں میں سے ہو، کھجوریں کھانا شروع کی، پھر کہا اگر میں یہ کھاتا رہوں تو یہ بہت لمبی زندگی

ہے، اور میدان میں گھس گئے، اور لڑتے رہے یہاں تک کہ قتل کر دیئے گئے، دیکھئے صحابہ میں جنت کی طلب تھی، اللہ کے نبی ﷺ اللہ سے دعاء کرتے تھے کہ: "**اللھم انی اسئلک الجنۃ وما قرب إلیھا من قول أو عمل**" اے اللہ میں تجھ سے جنت مانگتا ہوں اور ہر وہ عمل مانگتا ہوں، ہر وہ قول مانگتا ہوں جو جنت سے قریب کرے، اللہ مجھ کو جنت دے دے اور اے اللہ مجھ کو وہ قول اور عمل بھی دے دے جو مجھ کو جنت سے قریب کر دے۔

تو ہمارا نبی مانگ رہا ہے اور یہ صاحب کیا کہہ رہے ہیں: تیس سال سے جنت ان کے سامنے پیش ہو رہی ہے، کون پیش کر رہا ہے، تیس سال سے لے لو لے لو اور یہ کہہ رہے ہیں نہیں چاہیے ہم کو جنت، تو اتنے بڑے ہو گئے، جنت ان کے سامنے آ رہی ہے ارے لے لو، جنت کی عزت بڑھ جائے گی اگر لے لو گے، کیا ہے یہ؟ تو جنت کی ناقدری آدمی کے گھمنڈ کی علامت ہو سکتی ہے ایمان کی نہیں، یہ گھمنڈ کی علامت ہے کہ ہم کو جنت نہیں چاہیے، ہم تو جائیں گے سوئے مدینہ جس کو جانا ہو جنت میں جائے، یہ جنت کی تحقیر ہے، جنت کی ناقدری ہے،

آدمی کے ایمان کی دلیل ہے کہ وہ اللہ کی دی ہوئی نعمت کی قدر کرے، اللہ کی سب سے بڑی نعمت کیا ہے؟ جنت ہے، جہاں اللہ کی رضا ہے، جہاں اللہ کا دیدار ہے، جہاں انبیاء کی صحبت ہے، ایک صحابی ہیں انہوں نے کیا کہا؟ رات کو خدمت کرتے تھے، ایک دن آپ نے فرمایا: جو مانگنا ہے مانگ، مطالبہ کر، انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول میں جنت میں آپ کی صحبت چاہتا ہوں، آپ کا ساتھ چاہتا ہوں، آپ نے کہا: ٹھیک ہے، تو پھر تو اپنے سجدوں کی کثرت سے میری مدد کر، یعنی میں دعا تو کروں گا لیکن تو یہ دعا کی مدد کر، کیسے؟ خود رات میں نوافل کی کثرت کے ذریعہ تو میری دعا کی مدد کر، تو نبی ﷺ کی صحبت بھی کہاں میسر ہو گی؟ جنت میں، تو آدمی جنت کی تحقیر کرے یہ عقل مندی نہیں ہے، جہالت ہے،

ایسے واقعات سے بعض بزرگوں کی عظمت ظاہر کی جاتی ہے، یہ ان لوگوں کے سامنے ان کی عظمت ہو سکتی ہے، جن کو قرآن وسنت کا علم نہیں ہے، جن کو قرآن وسنت، اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کے مزاج کا علم ہو، ان کے نزدیک یہ چیز غلط ہو گی، ایسا آدمی کو نہیں ہونا چاہیے کہ جنت کے بارے میں کہے کہ مجھے جنت نہیں چاہیے، یا میں جنت کی طلب نہیں کرتا، کیوں نہیں، جنت کی طرف آپ کیوں نہیں دیکھنا چاہتے، اور وہ پیش ہو رہی وہ بس خواب وخیال میں ہو گی ورنہ دنیا میں جنت پیش ہوتی ہے کسی کے سامنے؟ وہ نبی ﷺ کے سامنے پیش ہوئی تھی، کسی اور کے سامنے نہیں، تو بہر حال، اس طرح کے واقعات غلط ہیں۔

فضیلۃ الشیخ معراج ربانی صاحب کہتے ہیں:

"جنت کی دولت عطا فرمائے، تو وہ حضرت ہنس پڑے، حضرت **ممشاد** دینوری ہنس پڑے، کہنے لگے کہ تیس برس سے جنت اپنے سارے سازوسامان کے ساتھ میرے سامنے ظاہر ہوتی رہی ہے، ایک دفعہ بھی تو ادھر توجہ نہیں کی، ایک دفعہ بھی جنت کی طرف توجہ نہیں کی، نعوذ باللہ، ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ پانچوں وقت دعا کریں جنت کی اپنے لئے، ابو بکر، عمر فاروق، عثمان، علی حیدر سب دعا کریں جنت کی، جنت کیلئے دعا کریں، صحابی یہ دعا کریں کہ ہمیں جنت میں اللہ کے نبی کی مرافقت مل جائے، صالحین، تابعین دعا کریں، یہ کونسے صوفی اور بزرگ تھے،

جن کے سامنے تیس تیس برس جنت کھڑی ہے اور اس کی طرف توجہ نہیں، حضرتِ عثمان غنی روتے روتے، آنسو بہائیں، بے قرار ہو جائیں، صرف عذاب الٰہی کے خوف سے اور جنت کی لالچ اور امید میں، ہمارا نبی کہے اپنی امت سے اللہ سے مانگو تو جنت الفردوس مانگو، لیکن یہ بزرگان دین، ان کے سامنے جنت سج سنور کے کھڑے رہتی ہے، لیکن یہ جنت کی طرف بھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے، ان کا مقام و مرتبہ نبیوں سے بھی بڑھ گیا ہے،

یہ ذکر کی فضیلت بیان ہو رہی ہے، فضائل ذکر ہے، اور یہی دعوے کئے جا رہے ہیں، اور ہمارے یہاں اسی وجہ سے تبلیغی جماعت میں دو چار چلّے مارنے والے، اور دو چار نصاب، لا اِلٰہ اِلا اللہ کے نصاب ۷۰، ۷۰ کے، مقرر کرنے والے اپنے آپ کو اولیاء اللہ ہی نہیں سب سے بڑا علامہ، محدث سمجھنے لگتے ہیں، ان کو کچھ سمجھاؤ تو وہ کچھ سمجھتے نہیں، کہتے ہیں، نہیں جی جاؤ، بس یہی کافی ہے ہمارے لئے، اس کو قرآن سمجھے ہوئے ہیں، نعوذ باللہ، یہ باطل عقیدے ان بیچاروں، اصل میں ان بیچاروں کو تو سنت کا علم نہیں ہے، اس لئے صحیح عقائد کا جب پتہ نہیں ہے تو جو کچھ بھی مل رہا ہے، اسی کو صحیح سمجھ رہے ہیں، اسی طرح سے اور بھی واقعات ہیں، چھوڑیئے بہر حال، فضائل ذکر کے اندر سے یہ واقعات چند جو گذرے، میں نے تو فضائل قرآن کا بھی نمونہ لایا تھا، جس کے اندر زکریا صاحب نے تحریف معنوی کی ہے، قرآن کے معنیٰ کو کیسے بدلا ہے، جس طرح یہودی اور نصرانی توریت اور انجیل بدلتے تھے، اسی طرح جناب زکریا صاحب نے قرآن کی آیت کے معنیٰ کو بدلا ہے، مجھے غیرت اور شرم آتی ہے وہ آیت بتلاتے ہوئے، ان شاء اللہ میں اگلی مجلس میں اس کو بتانے کی کوشش کروں گا، اور اس کے علاوہ فضائل صدقات، فضائل حج، فضائل درود ان شاء اللہ یہ تین باتیں میں اور ان کے واقعات اور قرآن و سنت کی روشنی میں ان کا آپریشن آپ کی

عدالت میں رکھنے کی کوشش کروں گا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے اور ہم سب کو قرآن و سنت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہم سب کو صحیح راہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جواب:

سب سے پہلے فضیلۃ الشیخ معراج ربانی صاحب کے اعتراض کا جائزہ لیں گے،

فضیلۃ الشیخ صاحب کی خاصیت یہ ہے کہ جب تک وہ جھوٹ نہ بولیں، عبارتیں نہ کھائیں، الفاظ ہضم نہ کریں، ان کا پیٹ نہیں بھرتا، یہ شخص فضائل اعمال سامنے کھول کر پڑھ رہا ہے، پھر بھی الفاظ کو کھا رہا ہے، ٹیپ ریکاڈر کی طرح یہ ۸،۱۰ منٹ تک یہ فضائل پر اعتراض نقل کرتا جاتا ہے، مگر الفاظ اور عبارت کھا جانے میں یہ اسپیشلسٹ ہے، یہ ایسا اس لئے کرتا ہے تاکہ عبارت مبہم پیش کی جائے، سامعین کے سامنے صحیح بات نہ آئے اور بھولی بھالی عوام شک میں مبتلا ہو جائے،

یہاں پوری عبارت پیش خدمت ہے تاکہ سمجھ میں آجائے کہ اس نے کیا عبارت اور کتنی اہم عبارت کھائی ہے۔

فضائل اعمال کی مکمل عبارت:

فضائل اعمال، حصہ اول، فضائل ذکر، تیسرا باب، فصل دوم: کلمہ سوم کے فضائل میں احادیث کے تحت حدیث نمبر ۱۸ کی شرح میں مولانا زکریا صاحبؒ کہتے ہیں:

"**ممشاد** دینوریؒ جو مشہور بزرگ ہیں، جس وقت ان کا انتقال ہونے لگا تو کسی پاس بیٹھنے والے نے دعا کی کہ حق تعالیٰ شانہ آپ کو (جنت کی) فلاں فلاں دولت عطا فرمائیں، تو ہنس پڑے، فرمانے لگے: تیس برس سے جنت اپنے سارے ساز و سامان کے ساتھ میرے سامنے ظاہر ہوتی رہی ہے، (اگلی عبارت سب سے اہم ہے، جو انہوں نے کھا گئے، پیش نہیں کیا، جس سے واضح ہوتا ہے کہ تیس برس تک جنت کی طرف کیوں متوجہ نہیں ہوئے) ایک دفعہ بھی تو **(اللہ جل شانہ کی طرف سے توجہ ہٹا کر)** ادھر توجہ نہیں کی"۔ **(فضائل اعمال: ج۱: فضائل ذکر: ص۴۷۹، طبع دینیات، نسخہ یاسین بک ڈپو: ج۱: فضائل ذکر: ص۴۶۷)**

اسکین:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضائل اعمال

جلد اول

شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

① حکایات صحابہ رضی اللہ عنہم
② فضائل نماز
③ فضائل تبلیغ
④ فضائل ذکر
⑤ فضائل قرآن مجید
⑥ فضائل رمضان شریف
⑦ مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج
⑧ فضائل درود شریف

پہلا ایڈیشن

ماہ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ مطابق ماہ فروری ۲۰۱۲ء

مرتب	Compiler
اہم چیریٹیبل ٹرسٹ	AHEM Charitable Trust

Contact : Idara-e-DEENIYAT, Opp. Maharashtra College, Bellasis Road, Mumbai Central, Mumbai - 4000 08
Tel. : 022 - 23051111 • Fax : 022 - 23051144
Website : www.deeniyat.com • E-mail : info@deeniyat.com

میں مجھ کو شکستہ[1] حال بنا رکھا ہے اور اپنے قُرب[2] و بُعد میں مجھ کو بھٹکا رکھا ہے اگر تھوڑی دیر بھی وہ مجھ سے غائب ہو جائے (یعنی حضوری حاصل نہ رہے) تو میں دردِ فراق[3] سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں، یہ کہہ کر وہ مجھ سے منہ موڑ کر یہ شعر پڑھتا ہوا بھاگ گیا۔

خَيَالُكَ فِيْ عَيْنِيْ وَذِكْرُكَ فِيْ فَمِيْ   وَمَثْوَاكَ فِيْ قَلْبِيْ فَأَيْنَ تَغِيْبُ

تیری صورت میری نگاہ میں جمی رہتی ہے اور تیرا ذکر میری زبان پر ہر وقت رہتا ہے، تیرا ٹھکانہ میرا دل ہے پس تو کہاں غائب ہوسکتا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا جب انتقال ہونے لگا، تو کسی نے کلمہ لا إلٰه إلّا الله تلقین کیا، فرمانے لگے: میں کسی وقت بھی اس کو نہیں بھولا (یعنی یاد تو اس کو دلاؤ، جس کو کسی وقت بھی غفلت ہوئی ہو)۔ حضرت مُمْشاد دِیْنُوریؒ مشہور بزرگ ہیں، جس وقت ان کا انتقال ہونے لگا، تو کسی پاس بیٹھنے والے نے دعا کی کہ حق تعالیٰ شانہٗ آپ کو (جنت کی) فلاں فلاں دولت عطا فرمائیں، تو ہنس پڑے۔ فرمانے لگے: تمیں برس سے جنت اپنے سارے ساز و سامان کے ساتھ میرے سامنے ظاہر ہوتی رہی ہے، ایک دفعہ بھی تو (اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے توجہ ہٹا کر) ادھر توجہ نہیں کی۔ حضرت رُوَیْمؒ کو انتقال کے وقت کسی نے کلمہ تلقین کیا، تو فرمانے لگے: میں اس کے غیر کو اچھی طرح جانتا ہی نہیں۔ احمد بن خضرویہؒ کا انتقال کا وقت تھا، کسی شخص نے کوئی بات پوچھی، آنکھوں سے آنسو نکل پڑے، کہنے لگے: پچانوے[95] برس سے ایک دروازہ کھٹکھٹا رہا ہوں وہ اس وقت کھلنے والا ہے، مجھے معلوم نہیں کہ وہ سعادت[4] کے ساتھ کھلتا ہے یا بدبختی کے ساتھ، مجھے اس وقت بات کی فرصت کہاں۔

(۱۹) وَعَنْ جُوَيْرِيَةَ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِيْنَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِيْ مَسْجِدِهَا. ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ أَنْ أَضْحٰى وَهِيَ جَالِسَةٌ. قَالَ: مَازِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا؟ قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلٰث مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمَ لَوَزَنَتْهُنَّ: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ.

اُم المومنین حضرت جُوَیْرِیَہ ؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ صبح کی نماز کے وقت ان کے پاس سے نماز کے لیے تشریف لے گئے اور یہ اپنے مُصَلّٰی پر بیٹھی ہوئی (تسبیح میں مشغول تھیں)۔ حضور ﷺ چاشت کی نماز کے بعد (دوپہر کے قریب) تشریف لائے، تو یہ اسی حال میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: تم اسی حال پر ہو جس پر میں نے چھوڑا تھا؟ عرض کیا: جی ہاں! حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے تم سے (جدا ہونے کے) بعد چار کلمے تین مرتبہ پڑھے، اگر اُن کو اس سب کے مقابلہ میں تولا جائے جو تم نے صبح

حل لغات: (۱) پریشان حال۔ (۲) نزدیکی اور دوری۔ (۳) جدائی کا درد۔ (۴) خوش قسمتی۔

فضائل ذکر

تعجب ہے، اعتراض کرنے چلے ہیں مولانا زکریاؒ پر، اور مولانا زکریاؒ جو **وضاحتی جملہ** لکھ رہے ہیں، اس کو کھا گئے، تا کہ لوگوں کو وساوس میں مبتلا کیا جاسکے، سب سے آسان جواب اس میں خود دے دیا گیا ہے کہ ادھر توجہ کیوں نہیں کی؟ کیونکہ اللہ جل شانہ کی طرف سے توجہ ہی نہیں ہٹائی، کیونکہ معلوم تھا کہ یہ دنیا دار العمل ہے دار الجزاء نہیں، یہ عمل کی جگہ ہے، جزاء کی جگہ نہیں ہے، یہاں جنت نہیں ملتی، جنت تو آخرت میں ملے گی۔

واقعہ کی آسان تشریح:

انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے ذکر کو چھوڑ کر کسی اور طرف متوجہ ہو یہ تو کوئی اچھی بات نہیں ہے، اور پھر جنت تو ایسی چیز ہے جو دنیا میں ملنے ہی والی نہیں وہ تو آخرت میں ملے گی، لہذا دنیا جو کہ عمل کی جگہ ہے، اس میں اپنے عمل کو چھوڑ کر اس چیز کی طرف متوجہ ہو جانا جو اس جہاں ملنے ہی والی نہیں، کون سی عقلمندی کی بات ہے۔

فضیلۃ الشیخ اور ابو زید ضمیر کے سارے اعتراضات زمین بوس ہو جاتے اگر وہ یہ عبارت مکمل پڑھ دیتے، ان کے اعتراض کی اصل وجہ یہ ہے کہ انہوں نے عبارت سمجھی ہی نہیں ہے،

فضیلۃ الشیخ اور ابو زید ضمیر صاحب نے دنیا کو دار الجزاء سمجھا[1]، حالانکہ یہ بدلہ کی جگہ نہیں ہے، یہ تو عمل کی جگہ ہے، معراج ربانی صاحب کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ پانچوں نمازوں میں جنت کی دعا کرتے تھے، مگر کوئی حوالہ نہیں دیا، جو منہ میں آیا بول دیا۔

مولانا زکریاؒ نے یہ جو واقعہ نقل کیا اس میں یہ کہیں نہیں کہا کہ ان بزرگ کو جنت نہیں چاہیے تھی۔

حضرت شیخ الحدیث کے اسلوب سے مزید توضیح:

مولانا زکریاؒ **حدیث نمبر ۱۸** میں ترمذی، ابو داؤد وغیرہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

---

[1] یعنی ابو زید ضمیر اور معراج ربانی نے اس واقعہ کو ایسے پیش کیا جیسے حضرت **ممشـــــــاد** دینوریؒ کو یہیں جنت مل رہی تھی اور انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔

علـــيكن بالتســـبيح والتهليـــل والتقـــديس، واعقـــدن بالأنامـــل فـــإنهن مســـئولات مستنطقات، ولاتغفلن فتنسين الرحمة۔

حضرت یسیرہ رضی اللہ عنہا جو ہجرت کرنے والی صحابیات میں سے ہیں فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے اوپر تسبیح (**سبحان اللہ** کہنا) اور تہلیل (**لا إلٰه إلا اللہ** پڑھنا) اور تقدیس (اللہ کی پاکی بیان کرنا) مثلاً '' **سبحان الملک القدوس** '' پڑھنا، یا '' **سبوح قدوس رب الملئکة والروح** '' کہنا لازم کرلو اور انگلیوں پر گنا کرو، اس لئے کہ انگلیوں سے قیامت میں سوال کیا جائے گا (اور ان سے جواب طلب کیا جائے گا کہ کیا عمل کئے اور جواب میں) گویائی دی جائے گی، اور اللہ کے ذکر سے غفلت نہ کرنا (اگر ایسا کروگی تو اللہ کی) رحمت سے محروم کردی جاؤگی''۔**(فضائل اعمال:ج۱: فضائل ذکر:ص۴۷۵-۴۷۶)**[2]

اس حدیث کے تحت مولانا زکریاؒ نے حضرت **ممشـــاد** دینوریؒ کا یہ واقعہ ذکر کیا اور یہی سمجھایا کہ دینا دارالعمل اور دارالامتحان ہے، اور امتحان کے وقت تھوڑی سی بھی غفلت نہ فائدے کی چیز ہے اور نہ ہی اچھی چیز ہے۔

ممشاد دینـوریؒ کے واقعے سے عبرت حاصل کرو، اس اللہ کے بندے نے دینا کی حقیقت جان لی، کہ دینا دارالعمل اور دارالامتحان ہے، یہاں پر عمل کرنا ہے، لہٰذا زندگی میں حضرت نے اللہ کا دھیان اور قرب کی طرف توجہ کی یہاں تک کہ دنیا میں ہی اعلی قرب اور معرفت الٰہی حاصل کرلی اور آخرت کے لئے ذخیرہ جمع کیا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ جب دارالامتحان میں جنت سامنے آئی، تو **اللہ جل شانہ کی طرف سے توجہ ہٹا کر جنت کی طرف نہیں دیکھا، بلکہ اپنے عمل میں لگے رہے تاکہ اللہ کو راضی کرسکے۔**

---

[2] یہ حدیث **سنن ترمذی : حدیث نمبر ۳۵۸۳** پر موجود ہے۔اس کو حافظ بغویؒ (م۵۱۶ھ)، امام نوویؒ (م۶۷۶ھ)، حافظ ابن حجرؒ (م۸۵۲ھ) وغیرہ نے حسن کہا ہے۔**(مصابیح السنة : ج۲ : ص ۱۶۴، ج۱: ص ۱۱۰، خلاصة الاحکام : ج۱: ص ۴۷۲، نتائج الافکار لابن حجر** بحوالہ نزهة الألباب في قول الترمذي وفي الباب للصنعاني: ج۶: ص۳۴۹۷)

سلفی حضرات مثلاً شیخ الالبانیؒ، شیخ زبیر علی زئی صاحب وغیرہ نے بھی اس حدیث کو حسن کہا ہے۔**(مشکاة المصابیح : حدیث ۲۳۱۶، تحقیق الالبانی وزبیر علی زئی)**

نیز اس واقعہ کی ائمہ اسلاف وعلماء نے ایک تشریح یہ بھی کی ہے کہ **ممشاد** دینوریؒ (م ۲۹۹ھ) نے اخلاص کے اعلی مقام پر فائز تھے۔

یعنی وہ صرف اللہ کے لئے عمل کر رہے تھے، نہ جنت کے شوق سے اور نہ ہی جہنم کے ڈر سے، بلکہ صرف اس لئے عمل کر رہے تھے کہ اللہ رب العالمین نے حکم دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے جنت کی طرف نہیں دیکھا۔

اور یہ اعلی درجے کا اخلاص ہے، کہ آدمی عمل صرف اللہ کے لئے کرے، نہ جنت کے شوق میں نہ جہنم کے ڈر سے، جو کہ روایات سے ثابت ہے۔[3]

مگر کہیں پر بھی **ممشاد** دینوریؒ نے یہ نہیں کہا کہ مجھے جنت نہیں چاہیے، نہ جنت کی تحقیر کی۔

اور ابو زید ضمیر صاحب کی سب سے بڑی کمی یہ ہے کہ بس کسی نے پرچی پکڑا دی اور اعتراض کرنا شروع کر دیا، کم سے کم فضائل کی عبارت دیکھ لیتے، انہوں نے یہ کہیں نہیں کہا کہ مجھے جنت نہیں چاہیے، ابو زید ضمیر صاحب اور معراج ربانی صاحب جنت کی طلب کی جو حدیثیں بتا رہے ہیں، کیا **ممشاد** دینوریؒ نے کہیں کہا کہ مجھے جنت نہیں چاہیے؟ کہیں انہوں نے جنت کی تحقیر کی؟ یہ سب تو ان دونوں نے اپنی طرف سے کہا ہے۔

صحیح ابن حبان: جلد ۱۶، صفحہ ۴۶۹، حدیث نمبر ۷۴۳۹ پر ایک حدیث ہے کہ اہل جنت کو سب بڑی چیز، اللہ کی رضا ملے گی، اس پر امام ابن حبانؒ عنوان قائم کرتے ہیں کہ

ذكر الإخبار عن وصف الشيء الذي يعطى أهل الجنة في الجنة الذي هو أفضل من الجنة ونعيمها۔

اس چیز کا بیان جو اہل جنت کو جنت میں، جنت اور اسکی نعمتوں سے بھی افضل ملے گی، یہ تو سلف کے اسکالر ہیں۔

تو حضرت **ممشاد** دینوریؒ بھی اللہ کی رضا جوئی میں ہی لگے ہوئے تھے۔

---

[3] اس پر مزید تفصیل **ص:۲۵** پر موجود ہے۔

مولانا زکریا صاحبؒ نے پوری فضائل اعمال جگہ جگہ جنت کی رغبت دلائی ہے، جو باتیں ابوزید ضمیر صاحب اور معراج ربانی صاحب نے ذکر کی ہیں، مولانا زکریا صاحبؒ نے خود فضائل اعمال میں انہیں ذکر کیا ہے، جیسے یہ کثرت سے سجدہ کرنے والی حدیث مولانا زکریا صاحبؒ نے حکایت صحابہ میں نقل کی ہے۔ **(فضائل اعمال: ج ۱: حکایت صحابہ: ص ۸۰، طبع دینیات)** اسی طرح حضرت عثمانؓ کا واقعہ بھی ذکر کیا ہے۔ **(فضائل اعمال: ج ۲: فضائل صدقات: ص ۵۱۹، طبع دینیات)** کہیں پر بھی یہ نہیں کہا ہے کہ ہمیں جنت کی طلب نہیں کرنی چاہیے، ہم جنت کے طالب نہیں۔

ممشاد دینوریؒ (م ۲۹۹ھ) کے واقعہ کی تحقیق و تخریج:

(۱) امام عبد الکریم بن ھوازن القشیریؒ (م ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ:

سمعت أبا حاتم السجستاني يَقُول: سمعت أبا نصر السراج يَقُول: سمعت الوجيهي يَقُول: سمعت أبا عَلِي الروذباري يَقُول: دخلت مصر فرأيت النَّاس مجتمعين فَقَالُوا كُنَّا فِي جنازة فتى سمع قائلا يَقُول: كبرت همة عَبْد طمعت فِي أَن تراكا فشهق شهقة وَمَاتَ منذ ثلاثين سنة تعرض عَلَى الْجَنَّة بِمَا فِيهَا فَمَا أعرتها طرفي, وَقَالُوا لَهُ عِنْدَ النزع: كَيفَ تجد قلبك؟ فَقَالَ: وقيل: دَخَلَ جَمَاعَة عَلَى ممشاد الدينوري فِي مرضه فَقَالُوا: مَا فعل الله بك وَمَا صنع؟ فَقَالَ: منذ ثلاثين سنة تعرض عَلِي الْجَنَّة بِمَا فِيهَا فَمَا أعرتها طرفي، وَقَالُوا لَهُ عِنْدَ النزع: كَيفَ تجد قلبك؟ فَقَالَ: منذ ثلاثين سنة فقدت قلبي۔

ابو علی روذباریؒ کہہ رہے تھے: میں مصر گیا تو دیکھا کہ لوگ جمع ہیں، ان سے اکٹھا ہونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا: ہم ایک جوان کے جنازہ میں تھے جس نے مرنے سے پہلے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ:

اس کے بعد اس بندہ کا اشتیاق اور بڑھ گیا جسے آپ کو دیکھنے کی چاہت تھی، کیا آنکھ کیلئے یہ کافی نہیں ہے کہ وہ اسے دیکھے جس نے آپ کو دیکھا۔

اسے باب کرامات الاولیاء سے ذرا پہلے ذکر کیا ہے، پس اس نے ایک چیخ ماری اور انتقال کر گیا، اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ جوان، اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کا مراقبہ بہت زیادہ کرتا تھا، یہ تمنا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھے، پھر جب اس نے یہ شعر سنا اور اسے اپنی دلی کیفیت اور جس چیز کو حاصل کرنے کا وہ شدید مشتاق تھا اس کے موافق پایا تو خوش ہو گیا، اور اپنے رب کو دیکھنے کے شوق میں اس کی رغبت اور بڑھ گئی پس اس نے ایک چیخ ماری اور اس کا وصال ہو گیا، اور اپنے محبوب تک پہنچ گیا۔

اور (ایک روایت میں) کہا گیا ہے کہ ممشاد دینوریؒ کی بیماری میں ان کے پاس کچھ لوگ آئے اور چونکہ وہ لوگ ان کا صلاح اور ہمیشہ اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہنا جانتے تھے، اس لئے ان سے کہا: جنت اور اس کی نعمتیں مبارک ہوں، اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے یہ نعمتیں بنا رکھی ہیں، اور ایک نسخہ میں یہ ہے کہ " جو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے تیار کی ہیں (یا یہ ترجمہ ہو گا کہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟) انہوں نے کہا: تیس سال سے جنت میرے سامنے پیش کی جا رہی ہے، میں نے اسے نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا، یعنی اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی، مطلب میں جزاء (بدلہ) کیلئے عمل نہیں کرتا ہوں، اگرچہ بدلہ ضرور ملے گا، میں نے تو صرف اپنے رب کے امر و نہی کی تابع داری اور اس کی کمال محبت کی وجہ سے عمل کیا تھا، نیز وقت نزاع لوگوں نے ان سے کہا: آپ اپنے دل کو کیسا پاتے ہیں؟

اور دل میں برے اخلاق سے اچھے اخلاق، جیسے صبر، زہد، توکل، رضا بالقضاء وغیرہ کی طرف منتقل ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے، تو انہوں نے کہا تیس سال سے میں نے اپنے دل کو کھو دیا ہے، چونکہ اللہ نے پوری طرح سے مجھے اپنے میں مشغول کر کے احسان فرمایا ہے، لہذا میں نے اپنے دل اور ہر اس چیز سے جو اللہ سے غافل کرے، منہ پھیر لیا ہے۔ **(الرسالة القشيرى: ج۲: ص۴۷۳)**



تحقيق

الإمام الدكتور عبد الحليم محمود   الدكتور محمود بن الشريف

الجزء الثاني

دار المعارف

سألت جعفر بن نصير بكران الدينورى ، وكان يخدم الشبلى ، ما الذى رأيت منه ؟ فقال : قال لى علىَّ درهم مظلمة ، وقد تصدَّقت عن صاحبه بألوف ، فما على قلبى شغل أعظم منه ، ثم قال : وضئنى للصلاة ، ففعلت ، فنسيت تخليل لحيته ، وقد أمسكَ على لسانه ، فقبض على يدى وأدخلها فى لحيته ، ثم مات ، فبكى جعفر وقال : ما تقولون فى رجل لم يفته حتى فى آخر عمره أدب من آداب الشريعة .

سمعت عبد الله بن يوسف الاصبهانى يقول : سمعت أبا الحسن بن عبد الله الطرسوسى يقول : سمعت علوشًا الدينورى يقول : سمعت المزين الكبير يقول : كنت بمكة – حرسها الله تعالى – فوقع بى انزعاج . فخرجت أريد المدينة . فلما وصلت إلى بئر ميمونة إذا أنا بشاب مطروح ، فعدلت إليه وهو ينزع ؛ فقلت له : قل لا إله إلا الله .. ففتح عينيه ؛ وأنشأ يقول :

أنا إن مت فالهوى حشوَ قلبى وبداء الهوى تموت الكرام

فشهق شهقة ، ثم مات ، فغسلته ، وكفنته ، وصليت عليه ، فلما فرغت من دفنه سكن ما كان بى من إرادة السفر ، فرجعت إلى مكة .

وقيل لبعضهم : أتحبُّ الموت ؟ فقال : القدوم على من يرجى خيره خير من البقاء مع من لا يُؤمن شره .

وحكى عن الجنيد أنه قال : كنت عند أستاذى ابن الكرنبى ، وهو يجود بنفسه ، فنظرت إلى السماء[1] فقال : بعد ، ثم نظرت إلى الأرض فقال : بعد ، يعنى : أنه أقرب إليك من أن تنظر إلى السماء أو إلى الأرض ، بل هو وراء المكان[2] .

سمعت أبا حاتم السجستانى يقول : سمعت أبا نصر الطوسى يقول : سمعت بعض أصحابنا يقول : قال أبو يزيد عند موته : ما ذكرتك إلا عن غفلة ، ولا قبضتنى إلا على فترة .

سمعت أبا حاتم السجستانى يقول : سمعت أبا نصر السراج يقول : سمعت الوجيهى يقول : سمعت أبا على الروذبارى يقول : دخلت مصر فرأيت الناس مجتمعين ، فقالوا : كنا فى جنازة فتى سمع قائلا يقول :

كبرت همة عبد طمعت فى أن تراكا

فشهق شهقة ومات .

(١) أى داعيًا له .
(٢) أى قبل المكان .

٤٧٤

وقيل : دخل جماعة على « ممشاد الدينورى » فى مرض موته ، فقالوا : ما فعل الله بك وما صنع ؟ فقال : منذ ثلاثين سنة تعرض على الجنة بما فيها فما أعرتها طرفى ، وقالوا له عند النزع : كيف تجد قلبك ؟ فقال : منذ ثلاثين سنة فقدت قلبى .

سمعت محمد بن أحمد بن محمد الصوفى يقول : سمعت عبد الله بن على التميمى يقول : قال الوجيهى : كان سبب موت ابن بنان أنه ورد على قلبه شىء ، فهام على وجهه ، فلحقوه فى وسط متاهة بنى إسرائيل فى الرمل ، ففتح عينيه وقال : ارتعْ[1] ، فهذا مرتع الأحباب . وخرجت روحه .

وقال أبو يعقوب النهر جورى : كنت بمكة ، فجاءنى فقير معه دينار ، فقال : إذا كان غدا فأنا أموت ، فأصلح لى بنصف هذا قبرًا ، والنصف الثانى لجهازى . فقلت فى نفسى : دوخل الشاب[2] ؛ فإنه قد أصابته فاقة الحجاز ، فلما كان الغد جاء ؛ ودخل الطواف ، ثم مضى وامتد على الأرض ، فقلت : هو ذا يتهاوت ، فذهبت إليه ، فحركته فإذا هو ميت . فدفنته كما أمر .

وقيل : لما تغيرت الحال على أبى عثمان الحيرى مزق ابنه أبو بكر قميصًا ففتح أبو عثمان عينيه وقال : يابنى . إن خلاف السنة فى الظاهر من رياء فى الباطن .

وقيل : دخل ابن عطاء على الجنيد . وهو يجود بنفسه ؛ فسلم . فأبطأ فى الجواب ، ثم رد ، وقال : اعذرنى ، فلقد كنت فى وردى ثم مات .

وحكى أبو على الروذبارى قال : قدم علينا فقير ، فمات ، فدفنته وكشفت[3] عن وجهه لأضعه فى التراب ليرحم الله عزّ وجلّ غربته ، ففتح عينيه وقال : يا أبا على ، أتدللنى[4] بين يدى من دَللنى ؟ ! فقلت : ياسيدى أحياة بعد موت ؟ فقال لى : بلى أنا حىّ ، وكل محبّ لله عزّ وجلّ ، حىّ لأنصرنك غداً بجاهى ياروذبارى .

ويحكى عن ابن سهل الأصفهانى أنه قال : أترون أنى أموت كما يموت الناس ، مَرض وعيادة ، وإنما أدعى ، فيقال : يا علىُّ ، فأجيب .

فكان يمشى يومًا ، فقال : « لبيك » . ومات .

سمعت محمد بن عبد الله الصوفى يقول : سمعت أبا عبد الله بن خفيف يقول سمعت أبا الحسن المزين قال : لما مرض أبو يعقوب النهر جورى مرض وفاته ، قلت له ، وهو فى

---

(١) أى تنعم وتلذذ .
(٢) أى خولط فى عقله .
(٣) فى القبر .
(٤) أنكر منى .

رواۃ کی تحقیق:

(۱) امام عبد الکریم بن ھوازن القشیریؒ (م ۴۶۳ھ) مشہور، بے مثال، ثقہ، امام، محدث، مفسر، فقیہ، شاعر، نحوی، کاتب اور متکلم ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: ج ۱۰: ص ۲۱۷، کتاب الثقات للقاسم: ج ۶: ص ۴۱۹)**،

نیز غیر مقلدین کے علامہ شوکانیؒ (م ۱۲۵۰ھ) نے بھی اپنے فتاویٰ میں علامہ قشیریؒ کو ثقہ قرار دیا ہے۔

(الفتح الربانی من فتاویٰ الامام الشوکانی: جلد ۲: صفحہ ۱۰۶۹)

(۲) ابو حاتم، محمد بن احمد بن محمد بن یحیی الصوفی التمیمی السجستانیؒ صدوق ہیں۔ **(تلبیس الابلیس: ص ۲۲۰)**

کیونکہ امام عبد الکریم القشیریؒ نے ان کو شیخ قرار دیا ہے۔ **(الرسالۃ: ج ۲: ص ۳۹۹)** نیز ان سے کثرت سے روایات بھی لی ہے، تقریباً ۵۰ سے زائد روایات "**الرسالۃ**" میں نقل کی ہے، لہذا ابو حاتم السجستانیؒ صدوق ہیں۔ **(مجمع الزوائد: ۸۷۹۰)**

(۳) ابو نصر، عبد اللہ بن علی السراج الطوسیؒ (م ۳۷۸ھ) بھی مشہور زاہد، شیخ الصوفیہ، الشیخ الکبیر ہیں۔

امام ابو عبد الرحمٰن السلمیؒ (م ۴۱۲ھ) کہتے ہیں کہ

"كان أبو نصر من أولاد الزُّهّاد، وكان المنظور إليه في ناحيته في الفُتُوَّة ولسان القوم، مع الاستظهار بعِلْم الشريعة "۔

ابو نصرؒ، زاہدوں کی اولاد میں سے تھے، آپ کے علاقہ میں، جوانمردی، اپنی جماعت کی ترجمانی، نیز علم شریعت میں پختگی کے معاملہ میں تمام لوگوں کی نظریں آپ ہی طرف اٹھتیں۔ **(تاریخ الاسلام: ج ۸: ص ۴۵۲)**،

حافظ ذہبیؒ، حافظ سخاویؒ وغیرہ نے بھی آپؒ کی تعریف کی ہے۔

(شذرات الذہب: ج ۴: ص ۴۱۳، العبر: ج ۲: ص ۱۵۱، النجوم الزاہرہ: ج ۴: ص ۱۵۳، قلادۃ النحر: ج ۳: ص ۲۲۸)

لہذا آپؒ بھی صدوق ہیں۔

(۴) الوجیہی سے مراد ابو بکر احمد بن محمد بن القاسم بن علی الکرخی الوجیہی ہے۔

(الرسالۃ القشیریۃ: ج ۲: ص ۵۱۷، تاریخ ابن عساکر: ج ۴۶: ص ۳۹۸)

انسے ابو نصر عبد اللہ بن علی السراج الطوسیؒ (م ۳۷۸ھ) اور حافظ ابو بشر الدولابیؒ (م ۳۱۶ھ) وغیرہ نے روایت لی ہے۔ **(تاریخ ابن عساکر: ج ۴۶: ص ۳۹۸، ج ۶۹: ص ۲۹۵)** اور ان کو حافظ ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ) نے **"صوفی"** قرار دیا ہے۔ **(تاریخ ابن عساکر: ج ۷: ص ۲۹۰)**

یعنی وہ بحیثیت صوفی مشہور و معروف ہیں، لہذا یہ دینی شہرت ان کے صدوق ہونے لئے کافی ہے۔ **(اضواء المصابیح: صفحہ ۲۵۱، تقریب النووی: صفحہ ۴۸، المقنع لابن الملقن: صفحہ ۲۴۵، البحر المحیط للزرکشی: جلد: صفحہ ۱۶۸)**،

نیز ثقہ محدث، مفسر اور فقیہ امام ابو القاسم القشیریؒ (م ۴۶۳ھ) نے جماعت صوفیہ کی جو تعریف و ثناء فرمائی ہے۔ **(الرسالۃ: ج ۱: ص ۱۵)** اس سے بھی الوجیہیؒ صدوق ثابت ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم

خلاصہ یہ کہ وہ صدوق ہیں اور ان کو مجہول کہنا مردود ہے۔

(۵) احمد بن محمد بن القاسم ابو علم الروذباریؒ (م ۳۲۲ھ) مشہور امام عالم فقیہ محدث اور فاضل سمجھدار لوگوں میں سے ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: ج ۷: ص ۴۶۹، تاریخ بغداد: ج ۲: ص ۱۸۰)**

(۶) ممشاد دینوریؒ (م ۲۹۹ھ) اور بعض مؤرخین نے ان کا نام ممشاذ (ذال کے ساتھ) ذکر کیا ہے، اور وہ بھی مشہور، صوفی، عارف، زاہد، عابد، ولی اور بلند شان والے ہیں۔

ممشـــــــاد دینوریؒ (م ۲۹۹ھ) کے بارے میں مشہور امام اسماء الرجال امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: آپ مشائخ صوفیہ میں سے ہیں، یحیٰی بن جلاء وغیرہ کی صحبت پائی ہے، اور کہتے ہیں کہ فارس دینوریؒ کہتے ہیں کہ **ممشـــــــاد**ؒ گھر کے دروازے سے باہر نکلے تو ایک کتا بھونکا، تو ممشادؒ نے **لا إله إلا الله** کہا، جس پر وہ کتا اسی جگہ مر گیا۔

مشہور محدث کبیر امام ابن الملقنؒ (م ۸۰۴ھ) نے **ممشاد** دینوریؒ کو احد السادات کہا ہے، فاضل شیخ امام حسین بن نصر بن خمیسؒ (م ۵۵۲ھ) کہتے ہیں کہ "اولیاء اللہ میں سے **ممشاد** دینوریؒ بھی ہیں، آپ کبار مشائخ اور جوانوں میں سے ہیں، آپ نے یحیٰی بن جلاء اور ان کے اوپر کے مشائخ کی صحبت پائی ہے، آپ ان علوم میں بہت بلند پایہ شخصیت اور بڑے احوال والے اور ہمت و بہادری والے تھے، آپ کی وفات ۲۹۹ ھجری میں ہوئی ہے"۔ **(النجوم الزاهرة: ج ۳: ص ۱۷۹، مراءة الزمان لسبط ابن**

الجوزی:ج۱۶:ص۴۰۳، سیر:ج۱۳:ص۵۶۳، دیوان الاسلام:ج۴:ص۱۳۱، طبقات الاولیاء لابن الملقن: ص۲۸۸، مناقب الابرار و محاسن الاخیار لابن نصر بن خمیس: جلد۱: صفحہ ۶۱۴)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس واقعہ کے تمام رواۃ صدوق یا ثقہ ہیں، واللہ اعلم۔

(۲) عالم جلیل اور محدث کبیر، امام عبد الحق الاشبیلیؒ **(م ۵۸۱ھ)** (انکے حوالے غیر مقلدین اور شیخ البانیؒ اپنی کتابوں میں جگہ جگہ دیتے ہیں، وہ) لکھتے ہیں:

كان ممشاد الدينوري لما نزل به الموت جعل بعض المشايخ يدعو له فضحك وقال منذ ثلاثين سنة تعرض علي الجنة بما فيها فما نظرت إليها۔

"جب **ممشاد** دینوریؒ کی وفات ہونے لگی تو بعض مشائخ ان کیلئے دعا کرنے لگے تو وہ ہنس پڑے اور کہا کہ جنت تیس سال سے اپنے تمام ساز و سامان کے ساتھ پیش ہو رہی ہے، مگر میں نے اس کی طرف دیکھا بھی نہیں"۔

(العاقبة فی ذکر الموت: صفحہ ۱۳۵)

اسی طرح،

(۳) **احیاء العلوم الدین: جلد۴: صفحہ ۴۸۳** پر فقیہ، حجت، امام غزالیؒ **(م ۵۰۵ھ)** [4] نے

(۴) **مناقب الابرار و محاسن الاخیار: جلد۱: صفحہ ۶۱۷** میں ثقہ، امام حسین بن نصر بن خمیس **(م ۵۵۳ھ)**[5] نے

---

[4] امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالیؒ **(م ۵۰۵ھ)** مشہور بے مثال ثقہ بلکہ حجت الاسلام دین کے ائمہ کے بھی امام ہیں۔

(المنتخب من کتاب السیاق لتاریخ نیسابور: ص۷۶، طبقات الشافعیة للسبکی: ج۶: ص۱۹۱)

[5] امام ابو عبد اللہ الحسین بن نصر خمیس الموصلیؒ **(م ۵۵۲ھ)** بھی ثقہ، امام، فاضل اور فقیہ ہیں۔

(تاریخ الاسلام: ج۱۲: ص۴۵، کتاب الثقات للقاسم: ۳: ص۴۴۶، سیر)

(۵)　　اور **مرآۃ الزمان فی تواریخ الاعیان: جلد ۱۶: صفحہ ۴۰۴** میں صدوق، امام، سبط ابن الجوزیؒ (**م ۶۵۴ھ**)[6] وغیرہ ائمہ نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ شیخ الحدیث، مولانا زکریاؒ نے **ممشاد** دینوریؒ (**م ۲۹۹ھ**) کا واقعہ اپنے گھر سے نہیں لکھا، بلکہ مشہور ثقہ ائمہ اسلاف کی کتابوں سے نقل کیا ہے۔

لہٰذا معراج ربانی، ابو زید ضمیر اور غیر مقلدین کو چاہیے کہ وہ ان مشہور ثقہ ائمہ اسلاف پر اعتراض کریں، جنہوں نے شیخ زکریاؒ سے پہلے اس واقعہ کو اپنی اپنی کتابوں لکھا ہے، شیخ زکریاؒ تو صرف ناقل ہیں۔

اور ناقل کے سلسلہ میں غیر مقلدین کا اصول کیا ہے، یہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

i)　　امام ذہبیؒ نے کسی کے بارے میں کوئی بات لکھی، تو اس پر غیر مقلدین کے محدث العصر حافظ گوندھلوی صاحب، لکھتے ہیں:

"پھر اس میں امام ذہبیؒ کا کیا قصور ہے، وہ تو ناقل ہیں، اور امام مالکؒ سے نقل کر رہے ہیں"۔

(دوام حدیث: جلد ۲: صفحہ ۱۸۶، تحقیق و تعلیق حافظ شاہد فاضل مدینہ یونیورسٹی)

تو پھر مولانا زکریاؒ بھی تو ناقل ہیں، لیکن غیر مقلدین نے مولانا زکریا صاحبؒ اور فضائل اعمال پر اعتراض کرنے کیلئے ضابطہ اور بنا رکھا اور دوسروں کیلئے اور۔

ii)　　اہل حدیث حضرات کے شیخ الاسلام ابو القاسم سیف بنارسی صاحب نے ناقل کے سلسلہ میں ضابطہ ذکر کیا ہے کہ:

"نواب (صدیق حسن خان) صاحب ممدوح صرف ناقل ہیں، اور نقل شیٔ اس امر کو مستلزم نہیں کہ ناقل کا بھی وہی مذہب ہو"۔ (**دفاع بخاری: صفحہ ۲۷۹**، تقدیم فضیلۃ الشیخ ارشاد الحق اثری صاحب، تحقیق و تعلیق حافظ شاہد محمود)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

---

[6] امام، سبط ابن الجوزیؒ (**م ۶۵۴ھ**) صدوق ہیں۔ دیکھئے **مجلہ الاجماع: ش ۳: ص ۲۷۸**۔

"یہ امر بدیہی ہے کہ نقل امر اس بات کو مستلزم نہیں کہ ناقل کے نزدیک وہ بات صحیح ہو"۔(**دفاع بخاری: صفحہ ۱۰۱**)

مولانا زکریا صاحبؒ بھی تو ناقل ہیں، پھر بھی غیر مقلدین اہلحدیث حضرات ان پر اعتراض کر رہے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اہلحدیث حضرات کے اپنے لئے اصول اور ہیں اور دوسروں کے لئے اور۔

نیز مولانا زکریاؒ یا حضرت **ممشاد** دینوریؒ(**م۲۹۹ھ**) نے تو کہیں نہیں کہا کہ جنت نہیں مانگنی چاہیے یا جنت نہیں چاہیے، نہ جنت کی تحقیر کی، یہ ساری باتیں تو غیر مقلدین اہل حدیث حضرات خود اٹھا رہے ہیں اور اعتراض کر رہے ہیں۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

اس واقعہ کی تشریح ائمہ اسلاف و علماء سے:

ممشاد دینوریؒ(**م۲۹۹ھ**) کے واقعہ کی جو تشریح و توضیح پیش کی گئی تھی، اس کے علاوہ ایک اور تشریح و توضیح ائمہ اسلاف نے بھی فرمائی ہے۔ چنانچہ:

(۱) مشہور ثقہ، حجت، امام حافظ الحدیث مفسر محدث، فقیہ **علامۃ المحققین سید الفقہاء و المحدثین فہامۃ المدققین** اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ(**م۸۵۲ھ**) کے شاگرد شیخ الاسلام، حافظ زین الدین زکریا بن محمد الانصاریؒ(**م۹۲۶ھ**)[7] **رسالۃ القشیریۃ** کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

(سمعت أبا حاتم السجستاني يقول: سمعت أبا نصر السراج يقول: سمعت الوجيهي يقول: سمعت أبا علي الروذباري يقول: دخلت مصر فرأيت الناس مجتمعون) فسألت عن سبب اجتماعهم (فقالوا كنا في جنازة فتى سمع) قبل موته (قائلاً يقول:

كبرت همة عبد طمعت في أن تراكا	**بعده أو ما حسب لعين**
أن ترى من قدراكا)	

[7] **شذرات الذهب: ج۱۰: ص۱۸۶، نظم العقيان في أعيان الأعيان للسيوطي: ص۱۱۳، الكواكب السائرة: ج۱: ص۱۹۸، معجم المفسرين للشيخ عادل: ج۱: ص۱۹۶، الغرر البهية في شرح البهجة الوردية: ج۱: ص۲، حاشية شيخ الاسلام زكريا الانصاري على شرح المحلي: ج۱: ص۷۴، طبع مكتبة الرشد)**

ذكره قبيل باب كرامات الأولياء (فشهق شهقة) أي صاح صيحة (ومات)، في ذلك إشارة إلى أن هذا الشاب كان كثير الذكر لله تعالىٰ والمراقبة له يتمنى أن يراه، فلما سمع هذا البيت وصادف ما بقلبه وما هو متعلق الهمة بحصوله فرح وقويت رغبته شوقاً إلى رؤية ربه فشهق شهقه فمات ووصل إلى محبوبه۔

(وقيل: دخل جماعة على ممشاد الدينوری فی مرضه فقالوا) له لما يعرفونه من صلاحه وكثرة اشتغاله بربه: أبشر بكذا وكذا من الجنة وغيرها فقد (فعل الله بك وصنع) أی أعدلك ذلك، وفی نسخة ما فعل الله بك وصنع فأجابهم بأنه مشغول بربه دون الجنة وغيرها (فقال:) أنا (منذ ثلاثين سنة تعرض عليّ الجنة بما فيها أعرتها طرفي) أی بصری أي ما التفت إليها يعنی لم أعمل للجزاء وإن كان لا بد منه، وإنما عملت امتثالاً لأمر ربی ونهيه وكمال محبته لی (وقالوا له عند النزع: كيف تجد قلبك) والقلب إنما يصلح بالانتقال من الأخلاق الذميمة إلى الحميدة من الصبر والزهد والتوكل والرضا ونحوها (فقال: منذ ثلاثين سنة فقدت قلبی) لما من الله علي من كمال شغلی به عنه فأعرضت عنه وعن كل ما يشغلنی عن الله۔

ممشاد دینوریؒ کی بیماری میں ان کے پاس کچھ لوگ آئے اور چونکہ وہ لوگ ان کا صلاح اور ہمیشہ اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہنا جانتے تھے، اسلئے ان سے کہا: جنت اور اس کی نعمتیں مبارک ہوں، اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے یہ نعمتیں بنا رکھی ہیں، اور ایک نسخہ میں یہ ہے کہ " جو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے تیار کی ہیں اور آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا" انہوں نے کہا: تیس سال سے جنت میرے سامنے پیش کی جارہی ہے، میں نے اسے نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا،

یعنی اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی، مطلب میں جزاء (بدلہ) کیلئے عمل نہیں کرتا ہوں، اگرچہ بدلہ ضرور ملے گا، میں نے تو صرف اپنے رب کے امر و نہی کی تابع داری اور اس کی کمال محبت کی وجہ سے عمل کیا تھا،

نیز وقت نزاع لوگوں نے ان سے کہا: آپ اپنے دل کو کیسا پاتے ہیں؟

اور دل میں برے اخلاق سے اچھے اخلاق، جیسے صبر، زہد، توکل، رضا بالقضاء وغیرہ کی طرف منتقل ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے، تو انہوں نے کہا تیس سال سے میں نے اپنے دل کو کھو دیا ہے، چونکہ اللہ نے پوری طرح سے مجھے اپنے میں مشغول کرکے احسان فرمایا ہے، لہذا میں نے اپنے دل اور ہر اس چیز سے جو اللہ سے غافل کرے، منہ پھیر لیا ہے۔

(۲) شیخ الاسلام فقیہ، مصطفی بن محمد العروسیؒ (م ۱۲۹۳ھ) کہتے ہیں کہ:

(قوله: فما أعرتها طرفى) أي تحقيقا لمقام الإخلاص و الصدق فيه۔

یعنی مقام اخلاص اور اس میں سچائی کی خاطر ممشاد دینوریؒ (م ۲۹۹ھ) نے جنت کی طرف ایک دفعہ بھی توجہ نہیں کی۔

(نتائج الافکار فی بیان معانی شرح الرسالۃ القشیریۃ مع حاشیۃ العلامۃ مصطفی العروسی: ج۴: ص۱۰۱-۱۰۲، طبع دار الکتب العلمۃ، بیروت)

اسکین:

حاشية العلامة مصطفى العروسي

المسماة

نتائج الأفكار القدسية

في بيان معاني

شرح الرسالة القشيرية

لشيخ الإسلام زكريا بن محمد الأنصاري

المتوفى ٩٢٦ هـ

ضبطه وصححه وخرج آياته وأحاديثه

الشيخ عبد الوارث محمد علي

الجزء الرابع



الكرام، فشهق شهقة ثم مات فغسلته وكفنته وصليت عليه فلما فرغت من دفنه سكن ما كان بي من إرادة السفر فرجعت إلى مكة حرمها الله تعالى) هذا من جملة اعتناء الله بالمزين حيث خلق له خاطر الانزعاج في السفر إلى المدينة، وكان المراد منه أن يتولى أمر هذا الشاب الذي رآه وسمع منه ما قال حتى أعلمه الله أنه من محبيه فإنَّ سبب قتله وضنى جسمه المحبة، فعرف الله المزين فضله عليه حيث أزعجه إلى أنْ واراه التراب. **(وقيل لبعضهم: أتحب الموت فقال: القدوم على من يرجى خيره)** وهو الله **(خير من البقاء مع من لا يؤمن شره)** وهو الهوى والدنيا والشيطان. **(وحُكي عن الجنيد أنه قال: كنت عند أستاذي ابن الكرنبي وهو يجود بنفسه)** من شدة النزع **(فنظرت إلى السماء)** داعياً له **(فقال)** لي هذا **(بعد ثم نظرت إلى الأرض)** كذلك **(فقال)** لي هذا **(بعد)** أيضاً **(يعني أنه أقرب إليك من أن تنظر إلى السماء أو إلى الأرض بل هو وراء المكان)** أي قبله فإنه تعالى قديم والمكان حادث عرفه بذلك قرب الله منه، وأنَّه منزه عن العلو والسفل وسائر الجهات ليجتمع همه ويحضر قلبه، ويكمل أدبه وقت دعائه، فإنَّ الله يسمعه ويراه، وهو أقرب إليه من حبل الوريد. **(سمعت أبا حاتم السجستاني رحمه الله يقول: سمعت أبا نصر الطوسي)** السرّاج **(يقول: سمعت بعض أصحابنا يقول: قال أبو يزيد عند موته: ما ذكرتك)** يا رب **(إلا عن غفلة)** أي ما أنشأت ذكرك إلا إذا طرقتني غفلة، وإلا فأنا ذاكر لك على الدوام **(ولا قبضتني)** أي قبضت باطني **(إلا على فترة)** يعني أنَّ كل ما هو فيه شكر لربه فإنْ طرأت عليه غفلة منَ الله عليه بذكره ليجدّد له الأنس والانبساط وإنْ فتر عن ذكره من عليه بالألم والقبض ليرجع إلى النشاط. **(سمعت أبا حاتم السجستاني يقول: سمعت أبا نصر السراج يقول: سمعت الوجيهي يقول: سمعت أبا علي الروذباري يقول: دخلت مصر فرأيت الناس مجتمعين)** فسألت عن سبب اجتماعهم **(فقالوا كنا في جنازة فتى سمع)** قبل موته **(قائلاً يقول:**

كبرت همة عبد طمعت في أنْ تراكا) بعده أو ما حسب لعين أن ترى من قد رآكا

إلى من يذكرني. **(قوله: خير من البقاء الخ)** يشير إلى أنَّ الموت وقت الفتن عرس وتحفة للمؤمن.

(قوله: عرفه بذلك الخ) أي فلا ينافي أنَّ السماء قبلة الدعاء والطلب إلى جهتها أفضل. **(قوله: ما ذكرتك الخ)** محصله إفادة دوام لطف الله به فهو كلما غفل أو فتر ردّه الحق تعالى إلى ما به كماله. **(قوله: كبرت همة عبد الخ)** أي عظمت همته وقوله: طمعت فما إنَّ تراك أي قوي منها الرجاء في القرب من رحمتك وإحسانك وقوله: أو ما

ذكره قبيل باب كرامات الأولياء **(فشهق شهقة)** أي صاح صيحة **(ومات)**، في ذلك إشارة إلى أنَّ هذا الشاب كان كثير الذكر لله تعالى والمراقبة له يتمنى أنْ يراه، فلما سمع هذا البيت وصادف ما بقلبه وما هو متعلق الهمة بحصوله فرح وقويت رغبته شوقاً إلى رؤية ربه فشهق شهقه فمات ووصل إلى محبوبه. **(وقيل: دخل جماعة على ممشاد الدينوريّ في مرضه فقالوا)** له لما يعرفونه من صلاحه وكثرة اشتغاله بربه: أبشر بكذا وكذا من الجنة وغيرها فقد **(فعل الله بك وصنع)** أي أعد لك ذلك، وفي نسخة ما فعل الله بك وصنع فأجابهم بأنَّه مشغول بربه دون الجنة وغيرها **(فقال:)** أنا **(منذ ثلاثين سنة تعرض عليّ الجنة بما فيها فما أعرتها طرفي)** أي بصري أي ما التفت إليها يعني لم أعمل للجزاء وإنْ كان لا بدّ منه، وإنما عملت امتثالاً لأمر ربي ونهيه وكمال محبته لي **(وقالوا له عند النزع: كيف تجد قلبك)** والقلب إنما يصلح بالانتقال من الأخلاق الذميمة إلى الحميدة من الصبر والزهد والتوكل والرضا ونحوها **(فقال: منذ ثلاثين سنة فقدت قلبي)** لما منَّ الله عليّ من كمال شغلي به عنه فأعرضت عنه وعن كل ما يشغلني عن الله. **(سمعت محمد بن أحمد بن محمد الصوفيّ)** رحمه الله **(يقول: سمعت عبد الله بن علي التميميّ يقول: قال الوجيهيّ: كان سبب موت ابن بنان أنه ورد على قلبه شيء)** من محبته لمولاه **(فهام على وجهه فلحقوه في وسط متاهة)** أي تيه **(بني إسرائيل في الرمل ففتح عينيه وقال)** لنفسه: **(ارتع)** بالتاء الفوقية: أي تنعم وتلذذ فقد وجدت مرادك من لقاء ربك **(فهذا مرتع الأحباب وخرجت روحه)** رحمه الله. **(وقال أبو يعقوب النهرجوريّ: كنت بمكة حرسها الله تعالى فجاءني فقير معه دينار فقال: إذا كان غداً فأنا أموت فأصلح لي بنصف هذا)** الدينار **(قبراً والنصف الثاني)** اجعله **(لجهازي)** أي لبقيته **(فقلت في نفسي دوخل الشاب)** أي خولط في عقله **(فإنّه قد أصابته فاقة الحجاز)** فأخذت منه الدينار لأنظر ما الذي يكون منه **(فلما كان الغد جاء ودخل الطواف ثم)** بعد فراغه منه **(مضى وامتدّ على الأرض فقلت: هو ذا يتماوت)** أي يتشبه بالموتى في رقادهم فذهبت إليه) لما طال أمره ولم يقم **(فحركته فإذا هو ميت)** على أحسن أحواله **(فدفنته)**

حسب لعين الخ أي ما يكفيها أنْ تشهد أهل الشهود والحضور له تعالى. **(قوله: فما أعرتها طرفي)** أي تحقيقاً لمقام الإخلاص والصدق فيه.

(قوله: فقدت قلبي) أي فقدت ميله إلى الحظوظ بدون شاهد علم النقل والله أعلم.

(قوله: فقال لنفسه: إرتع) هو من رتعت الدابة أكلت ما شاءت من الكلأ. **(قوله: هذا من خوارق العوائد)** أي ومما استثنى مما استأثر الله بعلمه.

(۳) امام، حافظ محمد بن محمد مرتضی الزبیدیؒ (م ۱۲۰۵ھ) کہتے ہیں کہ:

"وھو یشیر إلیٰ مقام الإستغراق باللہ فلا یریٰ شیئا سواہ من النعیم"

"آپ کا اشارہ اللہ کی ذات میں استغراق کے مقام کی طرف تھا، اس وجہ سے انہیں اللہ کے (محبت) علاوہ کوئی نعمت نظر ہی نہیں آتی تھی"۔ **(اتحاف السادۃ والمتقین: ج ۱۰: ص ۳۴۴)**

اسکین:

اتحاف السادة المتقين

بشرح إحياء علوم الدين

تصنيف خاتمة المحققين وعمدة ذوي الفضائل من المدققين
العلامـة السيد محمد بن محمد الحسيني الزبيدي الشهير بمرتضى
رحمه الله وأثابه من فيض فضله جزيل الرضا آمين .

تنبيـــه

حيث تحقق أن الشارح لم يستكمل جميع الأحياء في بعض مواضع من شرحه فتتميماً للفائدة وضعنا الأحياء المذكور في هامش هذا الشرح ولأجل زيادة الفائدة بدأنا في أول الهامش بوضع كتاب تعريف الأحياء بفضائل الاحياء للأستاذ الفاضل العلامة الشيخ عبد القادر بن شيخ عبد الله بن شيخ بن عبد الله العيدروس باعلوي قدس الله سره .

وبالهامش أيضاً بعد تمام الكتاب المذكور كتاب الاملا عن اشكالات الاحيا تصنيف الامام الغزالي رد به على بعض اعتراضات أوردها بعض المعاصرين لهعلى بعض مواضع من الاحيا وقد صار وضع كتاب الاملا بأول هامش الصحيفة ومتن الاحيا بآخره وفصل بينهما بجلية .

الجزء العاشر

١٤١٤هـ - ١٩٩٤م .

مؤسسة التاريخ العربي
بيروت - لبنان

وعن المغازلي قال دخلت على شيخ لي من أصحاب هذه الصفة وهو عليل وهو يقول يمكنك أن تعمل ما تريد فارفق بي ودخل بعض المشايخ على ممشاد الدينوري في وقت وفاته فقال له فعل الله تعالى وصنع من باب الدعاء فضحك ثم قال منذ ثلاثين سنة تعرض على الجنة بما فيها فما أعرتها طرفي وقيل لرويم عند الموت قل لا اله الا الله لا أحسن غيره ولما حضر النوري الوفاة قيل له قل لا اله الا الله فقال أليس ثم أمر ودخل المزني على الشافعي رحمة الله عليهما في مرضه الذي توفي فيه فقال له كيف أصبحت يا أبا عبد الله فقال أصبحت من الدنيا راحلا وللاخوان مفارقا ولسوء عملي ملاقيا ولكأس المنية شاربا وعلى الله تعالى واردا ولا أدري أروحي تصير الى الجنة فاهنيها أم الى النار فاعزيها ثم أنشا يقول

ولما قسى قلبي وضاقت مذاهبي * جعلت رجائي نحو عفوك سلما

تعاظمني ذنبي فلما قرنته * بعفوك ربي كان عفوك أعظما

فما زلت ذا عفو عن الذنب لم تزل * تجود وتعفو منة وتكرما

ولولاك لم يغوي بابليس عابد * فكيف وقد أغوى صفيك آدما

ولما حضر أحمد بن خضرويه الوفاة سئل عن مسئلة فدمعت عيناه وقال يا بني باب كنت أدقه خمسا وتسعين سنة هو ذا يفتح الساعة لي لا أدري أيفتح بالسعادة أو الشقاوة فأنى لي أوان الجواب

تسربل

(وعن) أبي أحمد (المغازلي) له ذكر في الرسالة (قال دخلت على شيخ من أصحاب هذه القصة وهو عليل) محتضر (وهو يقول) مخاطبا لربه (يمكنك أن تعمل بي ما تريد فارفق بي) طلب من الله تعالى أن يرفق به في قبض الروح (ودخل بعض المشايخ على ممشاد الدينوري في وقت وفاته فقال له فعل الله تعالى بك وصنع من باب الدعاء فضحك ثم قال منذ ثلاثين سنة تعرض على الجنة بما فيها فما أعرتها طرفي) وهو يشير الى مقام الاستغراق بالله فلا يرى شيأ سواه من النعيم ولفظ القشيري في الرسالة ما فعل الله بك وصنع فقال منذ ثلاثين سنة الخ وفي بعض النسخ فقالوا ابشر فقد فعل الله بك وصنع وزاد في آخره وقالوا له عند النزع كيف تجد قلبك فقال منذ ثلاثين سنة فقدت قلبي (وقيل لرويم) بن محمد البغدادي (عند الموت قل لا اله الا الله فقال لا أحسن غيره ولما حضر) أبا الحسين (النوري) بضم النون (الوفاة قيل له قل لا اله الا الله فقال أليس ثم أمر) ولفظ الرسالة أليس ثم أعود فقال القشيري سمعت أبا حاتم السجستاني يقول سمعت أبا نصر السراج يقول كان سبب وفاة أبي الحسين النوري انه سمع هذا البيت

لا زلت أنزل من ودادك منزلا * تتحير الالباب عند نزوله

فتواجد النوري وهام في الصحراء فوقع في أجمة قصب قد قطعت وبقي أصوله مثل السيوف فكان يمشي عليها ويعيد البيت الى الغداة والدم يسيل من رجليه ثم وقع مثل السكران فورمت قدماه فمات وقد تقدم للمصنف ذلك في كتاب الوجد والسماع (ودخل أبو يحيى) اسماعيل (المزني على الشافعي رحمة الله عليهما في مرضه الذي توفي فيه فقال له كيف أصبحت يا أبا عبد الله فقال أصبحت من الدنيا راحلا وللاخوان مفارقا ولسوء عملي ملاقيا ولكأس المنية شاربا وعلى الله تعالى واردا ولا أدري أروحي تصير الى الجنة فاهنيها أم الى النار فاعزيها ثم أنشأ يقول ولما قسا قلبي وضاقت مذاهبي * جعلت رجائي تحت عفوك سلما

تعاظمني ذنبي فلما قرنته * بعفوك ربي كان عفوك أعظما * فما زلت ذا عفو عن الذنب لم تزل

تجود وتعفو منة وتكرما * ولولاك لم يغوى بابليس عابد * فكيف وقد أغوى صفيك آدما)

رواه البيهقي في مناقبه (ولما حضر) أبا حامد (أحمد بن خضرويه) البلخي من كبار مشايخ خراسان صحب أبا تراب النخشبي وكان كبيرا في الفتوة (الوفاة سئل) عن مسئلة (فدمعت عيناه وقال يا بني باب كنت أدقه خمسا وتسعين سنة هو ذا يفتح الساعة لي لا أدري أيفتح بالسعادة أو بالشقاوة فأنى لي أوان الجواب) ولفظ القشيري في الرسالة سمعت محمد بن الحسين يقول سمعت منصور بن عبد الله يقول سمعت محمد بن حامد يقول كنت جالسا عند أحمد بن خضرويه وهو في النزع وكان قد أتى عليه خمس وتسعون سنة فسأله بعض أصحابه عن مسألة فدمعت عيناه وقال يا بني باب كنت أدقه منذ خمس وتسعين سنة هو ذا يفتح لي الساعة لا أدري بالسعادة أم بالشقاوة انى لي أوان الجواب قال وكان عليه سبعمائة دينار وغرماؤه عنده فنظر اليهم وقال اللهم انك جعلت الرهون وثيقة لارباب الاموال وأنت تأخذ عنهم وثيقتهم اللهم فاد عني قال فدق داق الباب وقال أين غرماء أحمد فقضى عنه ثم خرجت روحه مات سنة أربعين ومائتين ورواه أبو نعيم في الحلية فقال حدثنا محمد بن الحسين بن موسى قال سمعت منصور بن عبد الله فساقه مثله ومما ذكره القشيري من أحوال المحتضرين قال حكي عن عبد الله بن منازل انه قال ان حمدون القصار أوصى الى أصحابه ان لا يتركوه حال الموت بين النسوان وقيل لما حضر بعضهم الوفاة قال يا غلام أشدد كتافي وعفر خدي ثم قال دنا الرحيل ولا براءة لي من ذنب ولا عذر أعتذر به ولا قوة انتصر بها أنت لي أنت لي ثم صاح صيحة ومات فسمعوا صوتا استكان العبد لمولاه فقبله وقال بعضهم كنت عند ممشاد عند مماته فقيل له كيف تجد العلة فقال سلوا العلة عني فقيل له قل لا اله الا الله فحول وجهه الى الجدار وقال أفنيت كلي بكلك * هذا جزاء من يحبك وقيل لابي محمد الدبيلي وقد حضرته الوفاة قل لا اله الا الله فقال هذا شيء قد عرفناه وبه نفني ثم أنشأ يقول

(۴) خود شیخ الحدیث، مولانا زکریاؒ نے بھی اس واقعہ کی یہی تشریح فرمائی ہے، چنانچہ وہ حضرت **ممشادؒ** (م ۲۹۹ھ) کا جنت کی طرف نہ دیکھنے کی وجہ ان ہی کے الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں (**ممشادؒ**) تو جنت کے مالک کا مشتاق ہوں۔ **(تاریخ مشائخ چشت: ص ۱۵۱)**

معلوم ہوا کہ **ممشاد** دینوریؒ (م ۲۹۹ھ) اخلاص کے اعلی مقام پر فائز تھے، جس کی وجہ سے وہ عمل صرف اللہ کیلئے کر رہے تھے، نہ جنت کے شوق میں، نہ جہنم کے ڈر سے، بلکہ صرف اسلئے عمل کر رہے تھے کہ اللہ رب العالمین نے حکم دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے جنت کی طرف نہیں دیکھا۔

یہ اخلاص کا اعلی مقام ہے کہ آدمی عمل صرف اللہ کے لئے کرے، نہ جنت کے شوق میں، اور نہ ہی جہنم کے ڈر سے، جو کہ روایات وائمہ اسلاف ومحدثین سے ثابت ہے۔[8]

---

[8] چنانچہ ثقہ، زاہد، عامر بن عبد اللہ بن عبد قیس التمیمی (م بعد ۶۰ھ)، ثقہ، ثبت، امام ابو حازم، **سلمة** بن دینارؒ (م ۱۴۰ھ)، ثقہ، ثبت، امام فضیل بن عیاضؒ (م ۱۸۷ھ)، احد الاولیاء، ثقہ **حذیفة** مرعشیؒ (م ۲۰۷ھ)، امام کبیر، ثقہ، زاہد ابو سلیمان دارانیؒ (م ۲۱۵ھ)، ثقہ ثبت حجت امام ابو عمر بن حیویہؒ (م ۳۸۰ھ)، ثقہ حافظ محدث ابو القاسم ابراہیم بن محمد نصر آبادیؒ (م ۳۶۹ھ) وغیرہ کا یہی کہنا ہے (جس کا خلاصہ یہ ہے) کہ آدمی عمل صرف اللہ کیلئے کرے، نہ جنت کے شوق میں، اور نہ ہی جہنم کے ڈر سے اور ڈرے تو صرف اللہ سے ڈرے، مخلوق سے نہیں، یہ عبادت اور اخلاص کا اعلی اور اقرب مقام ہے۔

تاریخ ابن عساکر: ج ۲۶: ص ۲۶، حلیة الاولیاء: ج ۳: ص ۲۴۲، ج ۸: ص ۲۶۸-۲۶۹، ج ۹: ص ۲۵۶، موسوعة مواقف السلف في العقیدة والمنهج والتربیة: ج ۲: ص ۲۶۸، ج ۲: ص ۱۲۴، ج ۳: ص ۲۸۵، ج ۵: ص ۳۶۰، الزهد والرقائق لابن المبارک: حدیث ۲۱۹، المحبة الله لابن الجنید: ص ۴۶، ۴۵، طبقات الصوفیة: ص ۳۶۳۔

- حافظ ابن رجبؒ (م ۷۹۵ھ) کہتے ہیں کہ:

كان بعضُ الصالحينَ يقولُ: ليت ربِّي جعلَ ثوابي من عمَلِي نظرةً إليه ثم يقولُ: كُنْ تُرابًا.

كان عليُّ بنُ الموفقِ، يقولُ: اللَّهُمَّ إنْ كُنتَ تعلمُ أنِّي أعبدُكَ خوفًا من نارِكَ فعذِّبْني بها، وإنْ كنتَ تعلمُ أنِي أعبدُكَ حبًّا لجنَّتِكَ فاحرمْنِيها، وإنْ كنتَ تعلمُ أنَّما عبدتُكَ حبًّا مِنِّي لكَ وشوقًا إلى وجهِكَ الكريمِ فأبحنيهِ واصنعْ بي ما شئتَ...... لما غلبَ الشوقُ على قلوبِ المُحبِّينَ استروحُوا إلى مثلِ هذه الكلماتِ، وما تُخفِي صدُورُهم أكبرُ.

ممشاد دینوریؒ (م۲۹۹ھ) کی الفاظ کی تشریح وتوضیح اور تاویل کیوں؟؟

امام نوویؒ (م۶۷۶ھ) جو بہت بڑے محدث، امام، حافظ الحدیث ہیں، انہوں نے لکھا ہے کہ صوفیاء کرام کے افعال کی تاویل واجب ہے۔ [9] اور حضرت **ممشاد** دینوریؒ (م۲۹۹ھ) صوفیاء کرام میں سے ہیں۔ [10]

معلوم ہوا کہ جو حضرت **ممشاد** دینوریؒ (م۲۹۹ھ) کے اس فعل کی تاویل کر رہے ہیں، وہ محدثین کے اصول کے مطابق عمل کر رہے ہیں،

بعض صلحاء کہتے تھے: کاش میرا رب میرے عمل کے ثواب میں بس اپنی ایک جھلک دکھادے، (بھلے) پھر کہہ دے کہ مٹی ہو جاؤ۔

علی بن موفقؒ کہتے تھے: اے اللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کی آگ کے خوف سے آپ کی عبادت کرتا ہوں تو مجھے اسی (آگ) کا عذاب دے، اور اگر آپ یہ جانتے ہیں کہ میں آپ کی جنت کی محبت میں آپ کی عبادت کرتا ہوں تو مجھے اس سے محروم کردیجئے، اور اگر آپ یہ جانتے ہیں کہ میں صرف آپ کی محبت اور آپ کی کریم ذات کے اشتیاق میں آپ کی عبادت کرتا ہوں تو مجھے یہ مرحمت فرمادیجئے، پھر جو چاہیں میرے ساتھ سلوک کیجئے۔

جب محبت کرنے والوں کے دلوں پر شوق کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ اس طرح کے جملوں سے اپنے جذبات کی کچھ تسکین کرتے ہیں، البتہ ان کے دلوں میں جو (محبت کی کیفیت) چھپی ہوتی ہے وہ اس سے بہت بڑھ کر ہوتی ہے۔

(تفسیر ابن رجب: ج۱: ص۵۴۵، مجموع رسائل ابن رجب: ج۱: ص۱۲۷، ج۳: ص۳۴۳)

خلاصہ یہ کہ یہ ایمان اور اخلاص کا اعلی مقام ہے۔ **واللہ اعلم**

[9] **قلت قد يتوهم من يتشبه بالفقهاء ولا فقه عنده ان صلاة أبي الخير هذا كانت فاسدة لقوله لم يقرأ الفاتحة مستويا وهذه جهالة وغباوة ممن يتوهم ذلك وجسارة منه على إرسال الظنون في أولياء الرحمن فليحذر العاقل من التعرض لشيء من ذلك بل حقه إذا لم يفهم حكمهم المستفادة ولطائفهم المستجادة أن يتفهمها ممن يعرفها وكل شيء رأيته من هذا النوع مما يتوهم من لا تحقيق عنده أنه مخالف ليس بمخالف بل يجب تأويل أفعال أولياء الله تعالى۔**

[10] **طبقات الصوفية، محمد بن الحسين النيسابوري، أبو عبد الرحمن السلمي (م۴۱۲ھ): صفحه ۲۴۲، رقم الترجمة: ۵۵۔**

یہی وجہ ہے کہ شیخ الحدیث، مولانا زکریاؒ سمیت تمام علماء ائمہ نے اس واقعہ کی تشریح وتوضیح اور تاویل کی، اور غیر مقلدین، اہل حدیث حضرات جو اس واقعہ پر اعتراض کر رہے ہیں وہ محدثین کے اصول سے ہٹے ہوئے ہیں۔

کیا دنیا میں جنت کو دیکھ سکتے ہیں؟؟؟

اس اعتراض کے جواب میں عرض ہے کہ ایک ولی پر یہ کرامتاً ظاہر ہوئی ہے۔

جیسے نبی ﷺ پر معجزے کے **طور پر جنت** ظاہر ہوئی تھی۔ (**صحیح مسلم، حدیث ۲۰۹۶**)

اور آپ ﷺ پر جنت پیش ہوئی یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے، اور یہ بطور خرقِ عادت ہے، نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے، اپنی قدرت کا اظہار کر دیتا ہے، اسی طرح اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی وجہ سے، اولیاء کرام سے کرامت ظاہر ہو سکتی ہے، اور یہ بطور خرقِ عادت کے ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا اظہار کرتے ہوئے اسے ولی کے ہاتھ پر ظاہر فرماتے ہیں، یہ ولی کے اختیار میں نہیں ہوتا، ٹھیک اسی طرح جس طرح معجزہ ہوتا ہے، یعنی جس طرح معجزہ نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا بالکل اسی طرح کرامات بھی ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی، اللہ اپنی قدرت سے ان افعال کو اپنے بندوں پر ظاہر کرتے ہیں۔ **تفصیل کے لئے دیکھئے مجلہ دفاع اسلاف: اشاعت نمبر ۲: ص ۲۱۔**

کرامت کے بارے میں محدث، امام نوویؒ (م۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

''ہر ولی کی کرامت، نبی ﷺ کا معجزہ ہوتا ہے، امام قشیریؒ کہتے ہیں کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس قسم کی کرامات جن میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں، جو معجزہ سے بڑھ کر معلوم ہوتی ہیں، کیونکر صحیح ہو سکتی ہیں؟ ہم جواب دیں گے کہ اس قسم کی تمام کرامات ہماری نبی ﷺ کے معجزات میں شمار کی جاتی ہیں، ہر نبی جس کے کسی امتی کے ہاتھ کوئی کرامت ظاہر ہو وہ دراصل اس نبی کا معجزہ ہوتا ہے''۔[11]

---

[11] **قال القشيري رحمه الله إن قيل كيف يجوز إظهار الكرامات الزائدة في المعاني على معجزات الرسل؟ قلنا هذه الكرامة لاحقة بمعجزات نبينا محمد صلى الله عليه وسلم لأن كل من ليس بصادق في الإسلام تمتنع عليه الكرامات فكل نبي ظهرت له كرامة على واحد من أمته فهي معدودة من جملة معجزاته إذ لو لم يكن ذلك الرسول صادقا لم تظهر على من تابعه المعجزة يعني التي هي الكرامة لهذا الواحد. (بستان العارفين: ص ۶۴)**

معلوم ہوا کرامت بھی دراصل اس ولی کے نبی کا معجزہ ہی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے بطور خرقِ عادت کے ظاہر فرماتے ہیں۔

نیز کتاب وسنت سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت و اپنی مرضی سے کسی خرقِ عادت امور کو کسی چھوٹے درجہ والے پر ظاہر کرتے ہیں اور بڑے درجہ والے کو محروم فرمادیتے ہیں۔ **(مجلہ دفاع اسلاف: اشاعت نمبر ۲: ص ۲۲)**[12]

جنت دنیامیں غیر نبی پر بھی ظاہر ہوسکتی ہے، چنانچہ امام ترمذیؒ سورہ احزاب کی تفسیر میں نقل فرماتے ہیں:

عن أنس، قال: "قال عمي أنس بن النضر، سميت به، لم يشهد بدرا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فكبر عليه، فقال: أول مشهد قد شهده رسول الله صلى الله عليه وسلم غبت عنه، أما والله لئن أراني الله مشهدا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ليرين الله ما أصنع"، قال: "فهاب أن يقول غيرها، فشهد مع رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم أحد من العام القابل فاستقبله سعد بن معاذ، فقال: يا أبا عمرو أين؟ قال: واها لريح الجنة أجدها دون أحد، فقاتل حتى قتل، فوجد في جسده بضع وثمانون من بين ضربة وطعنة ورمية، فقالت عمتي الربيع بنت النضر: فما عرفت أخي إلا ببنانه". ونزلت هذه الآية {رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا} [الأحزاب: 23]: «هذا حديث حسن صحيح» (ترمذی: ۳۲۰۰)

’’حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میرے چچا حضرت انس بن نضرؓ نے کہا: پہلی جنگ جس میں نبی اکرم ﷺ تشریف لے گئے میں اس میں شریک نہیں ہوسکا، اللہ کی قسم اگر اللہ تعالیٰ آئندہ مجھے کسی جنگ میں شریک کریں تو دیکھیں گے میں کیا کرتا ہوں، راوی کہتے ہیں: وہ اس سے زیادہ کہنے سے ڈر گئے، پھر نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غزوہ احد میں شریک ہوئے جو ایک سال بعد ہوا، راستہ میں انہیں حضرت سعد بن معاذؓ ملے، تو انہوں نے فرمایا: ابو عمرو (یعنی حضرت انس بن نضرؓ) کہاں جارہے ہو؟ تو حضرت انسؓ نے فرمایا: واہ واہ میں احد میں جنت کی خوشبو پارہا ہوں، پھر انہوں نے جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔‘‘

(سنن ترمذی: حدیث ۳۲۰۰)

---

[12] لیکن اس سے نہ ولی کی نبی پر فضیلت ثابت ہوتی ہے اور نہ ہی نبی کا ولی سے کم درجے کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

یہ روایت **صحیح مسلم، حدیث:۱۹۰۳** پر بھی موجود ہے۔

دیکھئے یہاں حضرت انسؓ احد پہاڑ کے پاس سے جنت کی خوشبو پارہے ہیں، مگر دوسرے صحابہ کرامؓ کو یہ خوشبو نہیں آرہی تھی، یہ حضرت انس بن نضرؓ کی کرامت تھی جو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان پر ظاہر فرمائی تھی، اسی طرح اگر **ممشاد** دینوریؒ پر اللہ تعالیٰ جنت ظاہر فرمادیں تو کونسی آفت آگئی، جبکہ کتاب وسنت کی سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور اپنی مرضی سے کسی خرقِ عادت امور کو کسی چھوٹے درجہ والے پر ظاہر کرتے ہیں اور بڑے درجہ والے کو محروم فرمادیتے ہیں۔ (دیکھئے **مجلہ دفاع اسلاف:اشاعت نمبر ۲: ص ۲۲**)

اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی معرفت میں استغراق کے سلسلہ میں لوگوں کے مختلف درجات ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کی عبادت کے مختلف درجات ہوتے ہیں۔

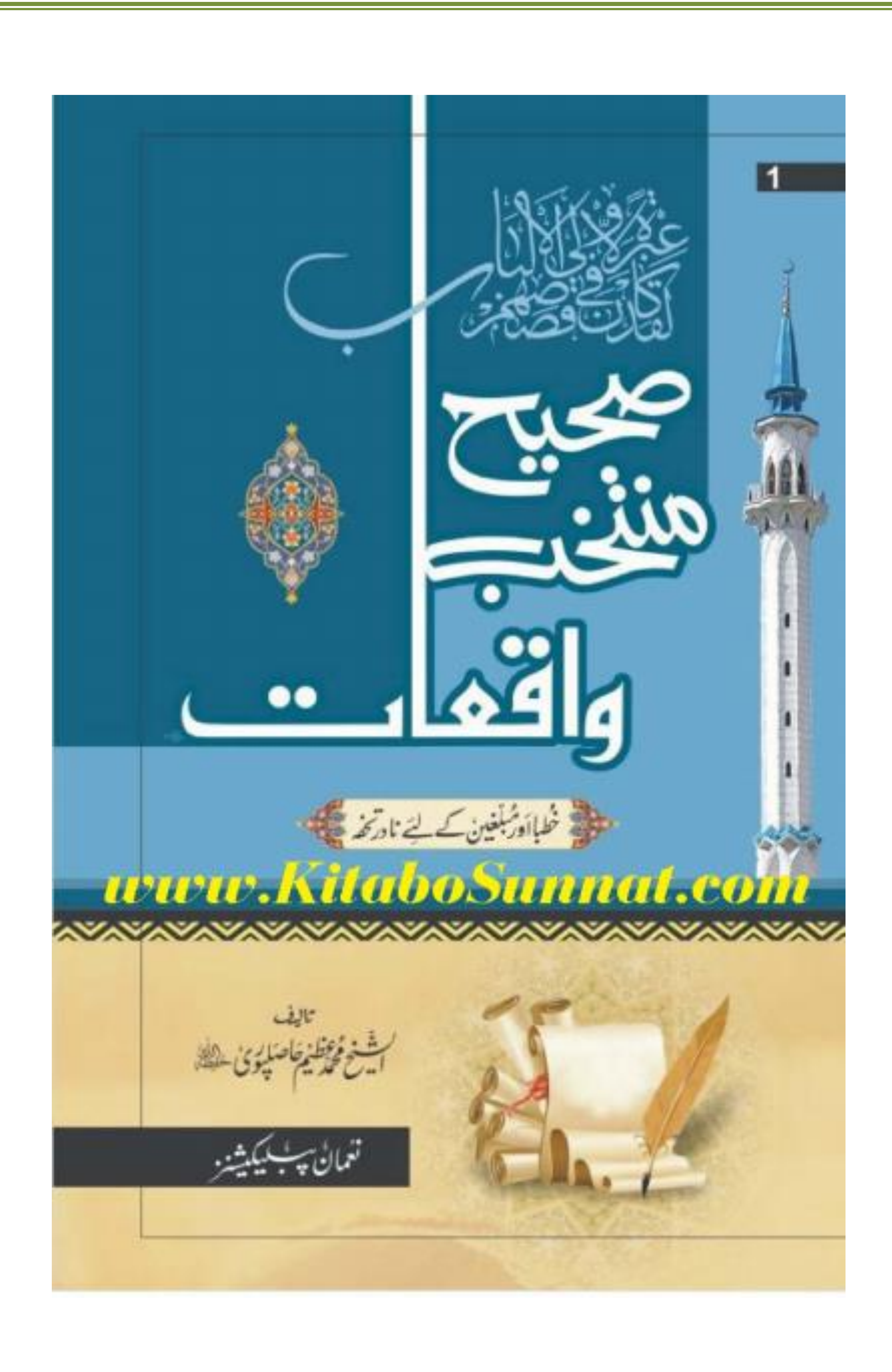
غیر مقلدین کی کتاب ہے **"صحیح منتخب واقعات"** از شیخ محمد عظیم حاصل پوری صحیح منتخب واقعہ نقل کررہے ہیں کہ:

چھت سے سانپ آکر گرا مگر۔۔۔!

حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں ہجرت کے پہلے سال مہاجرین کے گھروں میں سب سے پہلے پہلے پیدا ہونے والے یہی حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ ہیں، عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے عبد اللہ بن زبیرؓ سے بہتر نماز پڑھتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا، نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو یوں جم کر کھڑے ہوتے کہ دیکھنے والا خیال کرتا یہ لکڑی کا تنا کھڑا ہے، بڑی لمبی نماز پڑھتے،

مسلم بن یناقؒ کا بیان ہے کہ: ایک بار تو رکوع اتنا طویل کیا کہ ہم نے سورۃ البقرۃ، آل عمران، النساء، المائدہ تلاوت کرلی، جن دنوں حجاج بن یوسف ان کے خلاف حرم کعبہ میں سنگ باری کررہا تھا، منجنیق سے پتھر برستے، وہ نماز پڑھ رہے ہوتے تو ان سے بے نیاز ہو کر التفات نہ کرتے ایک بار نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کے بیٹے ہاشم پر چھت سے سانپ آگرا، اہل خانہ گھبرا اٹھے سانپ سانپ پکارا، مگر حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ برابر نماز پڑھتے رہے، وہ گویا نماز میں اس قدر مستغرق تھے کہ انہیں اس واقعہ کی خبر تک نہ ملی۔ (**صحیح منتخب واقعات: جلد ۱: صفحہ ۲۱۲**)

اسکین ملاحظہ فرمایئے:


1
لقد كان في قصصهم عبرة لأولي الألباب
صحیح منتخب واقعات
خطباء اور مبلغین کے لیے نادر تحفہ
www.KitaboSunnat.com
تالیف
الشیخ محمد عظیم حاصلپوری
نعمان پبلیکیشنز

نماز میں خشوع وخضوع

۱۔چھت سے سانپ آ گرا مگر...!

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں ہجرت کے پہلے سال مہاجرین کے گھروں میں سب سے پہلے پہلے پیدا ہونے والے یہی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہیں۔عمرو بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بہتر نماز پڑھتے ہوئے کسی کونہیں دیکھا۔نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو یوں جم کر کھڑے ہوتے کہ دیکھنے والا خیال کرتا یہ لکڑی کا تنا کھڑا ہے۔بڑی لمبی نماز پڑھتے۔مسلم بن یناق رحمہ اللہ کا بیان ہے: کہ ایک بار تو رکوع اتنا طویل کیا کہ ہم نے سورۃ البقرۃ،آل عمران،النساء،المائدہ تلاوت کر لی۔جن دنوں حجاج بن یوسف ان کے خلاف حرم کعبہ میں سنگ باری کر رہا تھا۔منجنیق سے پتھر برستے،وہ نماز پڑھ رہے ہوتے تو ان سے بے نیاز ہو کر التفات نہ کرتے ایک بار نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کے بیٹے ہاشم پر چھت سے سانپ آ گرا،اہل خانہ گھبرا اٹھے سانپ سانپ پکارا،مگر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ برابر نماز پڑھتے رہے،وہ گویا نماز میں اس قدر مستغرق تھے کہ انہیں اس واقعہ کی خبر تک نہ ملی۔

السیر(۳/ ۳۶۹، ۳۷۰)و الحلیة(۱/ ۳۳۵)

۲۔میں نماز پڑھتا ہوں تو تم میری ٹانگ کاٹ دینا

حضرت عروہ رحمہ اللہ کا مدینہ طیبہ کے فقہاء سبعہ میں شمار ہوتا تھا،بڑے عابد و زاہد اور کبار تابعین میں سے تھے روزانہ دن کو قرآن میں دیکھ کر ربع قرآن تلاوت کرتے اور پھر رات تہجد کی نماز میں اسی قدر تلاوت فرماتے۔نماز میں ان خشوع اور انہماک کا یہ عالم تھا کہ ان کے پاؤں کو موذی بیماری لاحق ہوئی اور بڑھتی چلی گئی۔طبیبوں نے ٹانگ کاٹ دینے کا مشورہ دیا وہ

دیکھئے:

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نماز پڑھ رہے ہیں اور بچہ پر سانپ گر گیا، گھر والے پریشان ہو کر سانپ سانپ پکارنے لگے مگر آپؓ کو پتہ ہی نہیں چلا، جبکہ نبی اکرم ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے، اور پیچھے عورتوں کی صف میں کوئی بچہ روتا تو اس کی آواز سن کر آپ نماز مختصر فرما دیتے، تو ایسا نہیں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نبی اکرم ﷺ سے بڑھ گئے، جب کہ یہ مسلم ہے کہ نبی کی نماز، امتی کی نماز سے افضل ہوتی ہے۔ لہذا وہ عبد اللہ بن زبیرؓ کی کرامت تھی کہ ان کو نماز میں سانپ کا پتا نہیں چلا۔

ایسے ہی حضرت **ممشاد** دینوریؒ (م۲۹۹ھ) عبادت کر رہے ہیں، وہ استغراق کی حالت میں ہیں، اور ان کے سامنے جنت پیش ہو رہی ہے، تو یہ بھی کرامتاً بطور انعام ہو سکتا ہے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انکے ساتھ اللہ تعالیٰ نے امتحان کا معاملہ کیا ہو، دنیا دار الامتحان ہے، ہر ایک کا امتحان الگ الگ ہوتا ہے، لہذا یہ بطور آزمائش بھی ہو سکتا ہے، لہذا انہوں نے اس کی طرف التفات نہیں کیا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ دنیا دار العمل ہے دار الجزاء نہیں، لیکن انہوں نے جنت لینے سے انکار نہیں کیا، اور وہ اللہ کی رضا جوئی میں ہی لگے ہوئے تھے، جیسا کہ ابن حبانؒ (م۳۵۴ھ) کے حوالہ سے پہلے بیان ہوا کہ جنت میں سب سے بڑی نعمت جو ملے گی وہ اللہ کی رضا ہے۔

لہذا نہ یہ جنت کی ناقدری ہے، اور نہ ہی یہ واقعہ غلط ہے، بلکہ یہ واقعہ ثابت اور درست ہے، اور غیر مقلدین کا اعتراضات باطل و مردود ہے۔

کیا مشہور حدیث "أصحابی کالنجوم فبأیهم اقتدیتم اهتدیتم" موضوع ہے؟

مفتی ابن اسماعیل المدنی -

سوال:

غیر مقلدین کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ مشہور حدیث:

"أصحابی کالنجوم فبأیهم اقتدیتم اهتدیتم"

"میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) ستاروں کے مانند ہیں پس تم ان میں سے جس کی اقتداء کروگے ہدایت پاجاؤ گے"۔

'**موضوع و من گھڑت**' ہے، لہذا اس سے استدلال درست نہیں۔

اس کی تحقیق مطلوب ہے۔

الجواب:

الحمدللہ و الصلاۃ و السلام علی رسول اللہ و علی آلہ و أصحابہ أجمعین۔

أمابعد:

یہ حدیث متعدد صحابہ کرامؓ مثلاً، حضرت عمرؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت انسؓ، حضرت، جابرؓ، حضرت ابو ھریرۃؓ، اور حضرت ابن عباسؓ سے، مختلف سندوں سے منقول ہے۔

یہ بات درست ہے کہ اس حدیث کی تمام سندوں میں کوئی نہ کوئی متکلم فیہ راوی موجود ہے، بلکہ اکثر سند، سخت ضعیف یا کذاب راوی پر مشتمل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ متعدد محدثین نے اس حدیث پر سخت کلام کیا۔

البتہ ان میں ایک سند ایسی ہے، جو قابل تحسین ہے، جس کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

- امام دار قطنیؒ (م۳۸۵ھ) فرماتے ہیں کہ:

حدثنا القاضي أحمد بن كامل بن خلف حدثنا عبد الله بن روح حدثنا سلام بن سليمان[13] حدثنا الحارث بن غصين عن الأعمش عن أبي سفيان عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم۔ (المؤتَلِف والمختَلِف للدارقطني: ج ۴: ص ۱۷۷۸، فوائد ابن منده: ص ۲۹، المشيخة البغدادية –مخطوط للسلفی: ج ۹: ص ۱۰)

(۱) امام دار قطنیؒ (م ۳۸۵ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ (تاریخ الاسلام)

(۲) قاضی احمد بن کامل بن خلفؒ (م ۳۵۰ھ) بھی ثقہ، فقیہ ہیں۔ (الروض الباسم: ج ۱: ص ۲۵۶)

(۳) روح بن عبد اللہ المدائنیؒ (۲۷۷ھ) بھی ثقہ راوی ہیں۔ (موسوعۃ أقوال أبي الحسن الدار قطنیؒ: جلد ۲: صفحہ ۳۵۶، رقم ۱۸۴۶، تاریخ بغداد، بشار: جلد ۱۱: صفحہ ۱۲۲، رقم ۵۰۴۰)

(۴) ابو العباس سلام بن سلیمان بن سوار الثقفی المدائنی الضریرؒ (م ۲۱۰ھ) کے بار میں تفصیل درج ذیل ہے:

- امام نسائیؒ (م ۳۰۳ھ) کے استاد امام، حافظ، حجت عباس بن الولیدؒ (م ۲۶۹ھ) فرماتے ہیں کہ سلام بن سلیمان ثقہ ہیں۔ (کتاب الکنی للنسائی بحوالہ تہذیب الکمال: ج ۱۲: ص ۲۸۷)
- اور اس پر امام نسائیؒ (م ۳۰۳ھ) نے، جو کہ متشدد سمجھے جاتے ہیں، سکوت کیا ہے، یعنی سکوت کے ذریعہ سے امام نسائیؒ نے امام عباس بن الولیدؒ کی تائید کی ہے۔ (انوار الطریق: ص ۸)
- امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) ان کی احادیث ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں:

"ولسلام غير ما ذكرت وعامة ما يرويه حسان إلاّ أنه لاَيُتَابَعُ عَليه"

---

[13] المؤتَلِف والمختَلِف للدارقطنی کے مطبوعہ نسخے میں "سلام بن سلیمان" کے بجائے "سلام بن حارث" موجود ہے جو کہ کاتب کی غلطی ہے، کیونکہ اس روایت میں، فوائد ابن منده: ص ۲۹، المشيخة البغدادية– مخطوط للسلفی: ج ۹: ص ۱۰، الاحکام ابن حزم وغیرہ میں "سلام بن سلیمان" ہی موجود ہے۔

میری ذکر کردہ روایتوں کے علاوہ بھی، سلام کی حدیثیں ہیں، اور ان کی مرویات عامۃ حسن ہیں، مگر ان میں ان کا کوئی متابع نہیں ہے۔ **(الکامل فی ضعفاء الرجال: جلد ۴: صفحہ ۳۲۸، رقم ۷۷۲)**[14]

- امام ابو حاتمؒ (م ۲۷۷ھ) نے ان سے روایت لی ہے۔ **(تہذیب الکمال: ج ۱۲: ص ۲۸۷)**[15] اور غیر مقلدین کے نزدیک وہ صرف ثقہ سے ہی روایت لیتے ہیں۔ **(انوار البدر: ۱۲۴، اتحاف النبیل للسلیمانی: ج ۲: ص ۱۲۶)**

امام ابن الجوزیؒ نے ان کو متروک کہا۔ **(الموضوعات: جلد ۳: صفحہ ۲۸۰)**، لیکن

- امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے اس کا رد کیا ہے، ان کے الفاظ ہیں:

(قلت): سَلام روى لَهُ ابْن مَاجَه وَقَالَ أَبُو حَاتِم: لَيْسَ بِالْقَوِيّ وَقَالَ ابْن عدي: عَامَّة مَا يرويهِ حسان وَالله أعلم۔

میں کہتا ہوں کہ سلام سے ابن ماجہ نے روایت لی ہے، ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ قوی نہیں ہیں، اور ابن عدیؒ کہتے ہیں ان کی اکثر مرویات حسان ہیں۔ **(اللآلی المصنوعہ: جلد ۱: صفحہ ۳۳۸)**

---

[14] امام ابن عدیؒ غیر مقلدین کے نزدیک معتدل ہیں۔ **(مقالات: زبیر علی زئی: ج ۶: ص ۱۵۵)** انہوں نے سلام بن سلیمان المدائنی کی اکثر مرویات کو حسن کہا ہے، البتہ انہوں نے انہیں منکر الحدیث بھی کہا، مگر یہاں منکر الحدیث سے مراد ضعیف نہیں بلکہ ان کا منفرد ہونا ہے، اسی وجہ سے اخیر میں انہوں نے کہا **"لا يتابع عليها"** کہا کہ ان میں ان کا کوئی متابع نہیں ہوتا، پس یہاں منکر الحدیث سے تضعیف مراد نہیں، جیسا کہ غیر مقلدین کا اصول ہے۔ **(توضیح الکلام: ص ۲۰۰، ۴۵۴، انوار المصابیح: ص ۱۱۸، مسنون رکعات تراویح: ص ۲۳)**

غیر مقلدین کے محقق، کفایت اللہ سنابلی صاحب نے داؤد بن الحصین پر منکر الحدیث کی جرح کا یہی جواب دیا ہے۔

دیکھئے: **(مجلہ اہل السنۃ ممبئی: شمارہ نمبر ۷۰: ص ۱۴)**

[15] امام ابو حاتمؒ ان کے بارے میں یہ بھی کہتے ہیں: **لیس بالقوي۔ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: جلد ۴: صفحہ ۲۵۹، رقم ۱۱۲۰)** لیکن یہ کلمہ تو غیر مقلدین کے نزدیک صدوق راوی پر بھی بولا گیا ہے۔ **(توضیح الکلام: ص ۲۱۸، ۱۶۹)**

- امام حاکمؒ (م۴۰۵ھ) نے بھی انہیں ثقہ کہا ہے۔(**المستدرک: جلد ۳: صفحہ ۶۲، رقم الحدیث : ۴۳۹۹**)

امام حاکمؒ (م۴۰۵ھ) کی توثیق پر

- امام بوصیریؒ (م۸۴۰ھ) نے سکوت کیا ہے۔(**اتحاف الخیرۃ المھرۃ : جلد۷ : صفحہ ۱۳۳، رقم الحدیث ۶۵۱۲**)

یعنی سکون کے ذریعہ سے امام بوصیریؒ نے امام حاکمؒ کی تائید کی ہے۔(**انوار الطریق: ص۸**)

- امام ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) نے تاریخ الاسلام میں، جہاں امام ابو حاتمؒ سے ان کی عدم تقویت نقل کی وہیں ساتھ ساتھ "**وثقه غيره**" کہہ کر دوسرا قول بھی ذکر کر دیا ہے۔(**تاریخ الاسلام: جلد۵: صفحہ ۳۲۵، رقم ۱۵۸**)[16]

- امام ہیثمیؒ (م۸۰۷ھ) ایک مقام پر سلام کے بارے میں کہتے ہیں کہ "**سلام بن سليمان المدائني وزيد العمي وهما ضعيفان وقد وثقا**"۔(**مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۱۴۷۷۲**) لیکن دوسرے مقام پر ان کی روایت کو حسن کہتے ہیں۔(**مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۱۳۲۱۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ج۱۰: ص ۲۸۴**)

یعنی سلامؒ امام ہیثمیؒ (م۸۰۷ھ) کے نزدیک حسن الحدیث ہیں۔ واللہ اعلم

---

[16] امام عقیلیؒ کہتے ہیں:

سلام بن سليمان المدائني في حديثه عن الثقات مناكير۔(الضعفاء الکبیر للعقیلی: جلد ۲: صفحہ ۱۶۱، رقم ۶۶۸)

اسی طرح امام ذہبیؒ کہتے ہیں: **له مناكير۔(الکاشف: جلد ۱: صفحہ ۴۷۴، رقم ۲۲۰۶)** لیکن خود غیر مقلدین کے نزدیک صرف مناکیر نقل کرنے سے راوی ضعیف نہیں ہوتا۔(دیکھئے **مسنون رکعات تراویح: ص۲۱-۲۲**) کیونکہ منکر کا اطلاق ثقہ راوی کے تفرد پر بھی ہوتا ہے۔(**توضیح الکلام: ص ۱۷۰، ۴۵۴**)

نیز امام ابن حبانؒ کہتے ہیں: **وسلام هذا لا يجوز الاحتجاج به إذا انفرد۔(کتاب المجروحین: جلد ۱: صفحہ ۳۴۲، رقم ۴۳۳)** مگر آپؒ اس حدیث میں منفرد ہی نہیں ہے۔ آپؒ کے متابع میں عمرو بن ھاشم، ابو ھاشمؒ (**صدوق**) موجود ہیں۔(**تحریم نکاح متعۃ: ص ۷۹، مجموع فيه مصنفات أبي العباس الأصم وإسماعيل الصفار: ص ۹۸**)

لہٰذا ابن حبانؒ کی یہ جرح مضر نہیں ہے، نیز خود اہل حدیثوں کے نزدیک ابن حبانؒ متشدد ہیں۔(**صحیحہ: ۱۸ / ۱۸۰**)

معلوم ہوا کہ:

سلام بن سلیمان المدائنی الثقفی پر کی گئی کوئی بھی جرح خود غیر مقلدین کے اصول کے مطابق قادح نہیں، اس کے مقابلہ میں امام حاکمؒ، امام بوصیریؒ، امام نسائیؒ، ان کے استاد امام عباسؒ، امام ہیثمیؒ، امام ابو حاتمؒ، امام ابن عدیؒ، امام سیوطیؒ وغیرہ کی توثیق راجح ہے۔

لہذا یہ راوی (سلام بن سلیمان المدائنی الثقفی) حسن الحدیث ہیں جیسا کہ امام ہیثمیؒ کی تحسین سے واضح ہے۔ واللہ اعلم

(۵) حارث بن غصین یا غصن ابو وھب الثقفیؒ بھی ثقہ راوی ہیں۔

ابن عبد البرؒ نے انہیں مجہول کہا۔ **(لسان المیزان: جلد ۲: صفحہ ۵۲۴، رقم ۲۰۵۲)** لیکن ابن حبانؒ نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے۔ **(الثقات: جلد ۸: صفحہ ۱۸۱، رقم ۱۲۸۶۷)** امام بخاریؒ نے بھی تاریخ میں انہیں ذکر کیا، اور ان کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اچھے سے جانتے ہیں۔

ان کے الفاظ ہیں:

الحارث بْن غصين أَبو وهب الثَّقَفيّ

عَنْ عطاء بْن السائب كَانَ ميمون بْن مَهران إذا قدم ينزل على سالم البَرّاد فقدم قدمة فلم يلقه فقالت لَهُ امرأته: إن أخاك قرأ: (أَفَمَن وعَدناهُ وعدا حَسَنًا فَهُوَ لاَقِيهِ كَمَن مَتَّعناهُ فَشُغِلَ) قالهُ لِي إِسحاق سَمِعَ حسينًا الجُعفي۔ (التاریخ الکبیر: جلد ۲: صفحہ ۲۷۸، رقم ۲۴۵۸) (اس کی وضاحت اگلے حوالہ میں ہے)

امام قاسمؒ نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے، نیز امام بخاریؒ سے بھی ان کی تعریف نقل کرتے ہیں:

وفي كتاب البخاري ابن غصين مجوِّد،

امام بخاریؒ کی کتاب میں ہے کہ ابن **غصین** مجود یعنی علم قراءت کے جاننے والے تھے۔ واللہ اَعلم

(الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستہ: جلد ۳: صفحہ ۲۵۳، رقم ۲۵۱۱)

امام ابن حجرؒ بھی ان کی ثقاہت کی طرف مائل ہیں، اور ان کو مجہول کہنے والوں کا رد کیا ہے، کہتے ہیں:

وقد ذكره ابن حبان في الثقات وقال: روى عنه حسين بن علي الجعفي. فهذا قد روى عنه اثنان ووثق فلا يقال فيه: مجهول

ابن حبانؒ نے انہیں ثقات میں ذکر کیا، اور کہتے ہیں کہ ان سے حسین بن علی الجعفی نے روایت لی ہے، پس ان سے دو لوگوں نے روایت کی ہے اور ان کی توثیق کی گئی ہے، لہذا انہیں مجہول نہیں کہا جائے گا۔**(الایماء إلی زوائد الامالی والاجزاء: جلد ۲: صفحہ ۲۲۰، رقم الحدیث ۱۳۴۴)**

الغرض حارث بن عصین ثقہ ہیں۔

مزید یہ کہ ابو الطاہر السلفیؒ کی سند میں ان کے متابع ابو محمد قیس بن الربیع الاسدی الکوفیؒ **(م۱۶۷ھ) [صدوق تغیر لما کبر: تقریب: ۵۵۷۳]** موجود ہیں۔

(۶) اعمشؒ

(۷) ابو سفیانؒ

(۸) جابرؓ

اعمش عن ابی سفیان عن جابر،

یہ صحیحین کی شرط پر ہے۔**(بخاری: ۳۸۰۳، ۵۶۰۵، مسلم: ۱۵ و ۲۱ و ۸۲)**

خلاصہ یہ کہ:

یہ سند حسن ہے۔ واللہ اعلم[17]

---

[17] اس حدیث کے کئی شواہد بھی موجود ہیں، جن سے اس حدیث کا متناً درست ہونا واضح ہے، چنانچہ ان میں ایک شاہد میں حضور ﷺ نے فرمایا: "۔۔۔**في كل أصحابي خير**۔۔۔" میرے ہر صحابیؓ میں خیر (ہدایت) ہے۔**(تاریخ ابن عساکر: ج۳۰: ص۲۰۶-۲۰۷)**، اس روایت کی سند

امام ابن القیمؒ ودیگر ائمہ محدثین کا اس حدیث سے استدلال:

ابن القیمؒ (م ۷۵۱ھ) نے بدائع الفوائد میں اس حدیث کو ذکر کر کے اس سے استدلال کیا اور اس پر سکوت کیا ہے، ان کے الفاظ ہیں:

فائدة:في الحديث "أصحابي كالنجوم" فهذا عام۔(بدائع الفوائد: جلد ۴ : صفحہ ۲۱۷)

اسی طرح امام محمد بن الحسین الآجریؒ (م ۳۶۰ھ)، امام قوام السنۃؒ (۵۳۵ھ)، امام ابن دقیق العیدؒ (م ۷۰۲ھ) وغیرہ نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ **(الشريعة للآجری:ج۴:ص ۱۶۹۱، ۱۶۹۰، الحجة فی بيان المحجة:ج۱:ص ۲۵۴، ۲۹۸، ج۲:ص ۴۲۸، ۴۲۷، شرح الإلمام بأحاديث الأحكام:ج۱:ص ۱۸)**

اور غیر مقلدین کا اصول ہے کہ کسی محدث کا کسی حدیث سے استدلال اس حدیث کی تصحیح ہوتا ہے۔ **(فتاوی نذیریہ: ۳/ ۳۱۶)**

حسن ہے اور تمام رواۃ ثقہ یا صدوق ہیں، جس کی تفصیل ان شاء اللہ اگلے شمارے میں آئے گی، اس روایت میں " خیر " کا لفظ موجود ہے، جس کے ایک معنی "ہدایت" کے بھی ہوتے ہیں، اور یہاں یہی مراد ہے، کیونکہ

۱- محدثین کا اصول ہے کہ حدیث خود حدیث کی وضاحت کرتی ہے۔ **(نور العینین : ص ۱۲۰)** اور دیگر حدیثوں میں تمام صحابی کے ہدایت یافتہ ہونے کی بات کی کہی گئی ہے۔ مثلاً ایک تو یہی حدیث **"أصحابی كالنجوم فبأيهم اقتديتم اهتديتم"**۔

۲- ایک اور حدیث میں ہے کہ **"--أصحابي أمنة لأمتي--"** میرے صحابہؓ میری امت کے لئے امان ہیں۔ **(صحیح مسلم: ج۴: ص ۱۹۶۱، تحقیق** شیخ محمد فوائد عبد الباقی)، اور امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) نے فرمایا: "**والذي رويناه هاهنا من الحديث الصحيح يؤدي بعض معناه**" اس صحیح روایت سے "**أصحابي كالنجوم** " والی روایت کی معناً کچھ تائید ہوتی ہے۔ **(الاعتقاد للبیہقی: ص ۳۱۸، دیکھئے مرقاۃ: ج۹: ص ۳۸۸۲)**

۳- خیر تو ہر مسلمان میں بلکہ کچھ غیر مسلمانوں میں بھی ہے، تو صحابہؓ کی تخصیص کی وجہ ہدایت ہی ہو سکتی ہے۔ لہذا ان تمام باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہی ہے کہ میرے ہر صحابیؓ میں خیر ہے، ہدایت ہے۔ واللہ اعلم

غیر مقلدین کیلئے لمحہ فکریہ:

" سلام"نام کے دوراوی ہیں، اور دونوں بالکل الگ الگ ہیں:

ایک "سلام بن سلیم"جنہیں"ابن سلم"اور"ابن سلیمان" بھی کہاجاتا ہے، اور"سلام الطویل" سے معروف ہیں، یہ طبقہ سات (۷) کے، کبارِ أتباع تابعین میں سے ہیں، اور جرح وتعدیل کے اعتبار سے امام ذہبیؒ اور امام ابن حجرؒ دونوں کے نزدیک **"متروک"**ہیں۔**(تقریب،الکاشف)**

دوسرے"ابو العباس سلام بن سلیمان الثقفی المدائنی الضریر"ہیں(جو اس حدیث کے راوی ہیں) یہ طبقہ (۹) کے، صغار أتباع تابعین میں سے ہیں، امام ذہبیؒ نے ان کے بارے میں" لہ مناکیر" لکھاہے، جبکہ ابن حجرؒ کے نزدیک یہ ضعیف ہیں۔**(تقریب،الکاشف)**

امام ذہبیؒ نے دونوں کے فرق کو صاف الفاظ میں بیان کیاہے، کہتے ہیں:

أما سلام بن سليمان المدائني الصغير فآخر سيأتي قبل العشرين ومائتين.

وأما صاحب الترجمة سلام بن سلم فقيل في أبيه: سليمان وقيل: سالم وهو وهم ويعرف بالطويل۔(تاریخ الاسلام، بشار: جلد ۴: صفحہ ۶۲۸، رقم الترجمہ ۱۱۱)

اور مذکورہ بالا حدیث کے راوی **"ابو العباس سلام بن سلیمان بن سوار الثقفی المدائنی الضریر"**ہیں، نہ کہ ابو سلیمان سلام بن سلم المعروف بسلام الطویل ہیں۔

شیخ الاسلام، أمیر المؤمنین فی الحدیث، حافظ الدنیا علامہ ابن حجرؒ نے یہاں سلام بن سلیمان الثقفی مراد لیاہے۔

وقد وقع لنا من حديث جابر وإسناده أمثل من الإسنادين المذكورين أخبرنا أبو هريرة بن الذهبي إجازة قال أخبرنا القاسم بن أبي غالب عن محمود بن إبراهيم قال أخبرنا أبو الرشيد أحمد بن محمد الأصبهاني قال أخبرنا عبد الوهاب بن محمد بن إسحاق قال أخبرنا أبي قال أخبرنا عمر بن الحسن قال حدثنا عبد الله بن روح قال حدثنا سلام بن سليمان قال حدثنا الحارث بن غصن قال حدثنا الأعمش عن أبي سفيان عن جابر رضي الله تعالى عنه عن النبي ﷺ قال مثل أصحابي في أمتي مثل النجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم۔

أخرجه الدارقطني في كتاب الفضائل عن أحمد بن كامل عن عبد الله بن روح۔

فوقع لنا بدلا عاليا

وأخرجه ابن عبد البر من طريقه، وقال لا تقوم به حجة لأن الحارث بن غصن مجهول۔

قلت قد ذكره ابن حبان في الثقات وقال روى عنه حسين بن علي الجعفي فهذا قد روى عنه اثنان ووثق فلا يقال فيه مجهول۔

نعم الراوي عنه قال فيه أبو حاتم ليس بالقوي

وقال ابن عدي والعقيلي منكر الحديث

ونقل النسائي في الكنى عن بعض مشايخه أنه وثقه۔ (الامالی المطلقة: صفحہ ۶۱ : رقم ۸۸)

یہاں ابن حجرؒ نے جس راوی کے حالات بیان کئے ہیں، وہ ابو العباس سلام الثقفی ہیں نہ کہ سلام الطویل۔

اسی طرح علامہ بدر الدین زرکشیؒ نے بھی المعتبر میں یہی مراد لیا ہے، نیز شیخ نبیل جرار نے بھی ابن حجرؒ سے یہی نقل کیا ہے۔ (الایماء إلیٰ زوائد الامالی والاجزاء: جلد ۲: صفحہ ۲۲۰، رقم الحدیث ۱۳۴۴)

اس کے برخلاف اس حدیث کی سند پر سخت کلام کرنے والے اکثر علماء نے یہاں (سلام بن سلیمان مدائنی کی جگہ) سلام الطویل مراد لیا (جو کہ بالکل غلط ہے)، اسی وجہ سے ان پر سخت کلام کیا، اور اس حدیث کو موضوع کہہ دیا۔

غیر مقلدین کے محدث العصر علامہ شیخ البانیؒ [18] کو بھی یہی غلط فہمی ہوئی۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے خاص اس حدیث پر ایک تحقیق شائع کی گئی، جس میں بھی یہی غلطی ہے۔[19]

---

[5] قلت: الحمل في هذا الحديث على سلام بن سليم - ويقال: ابن سليمان وهو الطويل - أولى فإنه مجمع على ضعفه، بل قال ابن خراش: كذاب وقال ابن حبان: روى أحاديث موضوعة۔ (الضعيفة: جلد ۱: صفحه ۱۴۴ رقم الحديث ۵۸)

[19] قَالَ الْحَافِظ ابن حزم الأندلسي فِي كِتَابه (الإحكام فِي أُصُول الأَحْكَام) وبإسناد آخر روى ابن عبد البر النمري القرطبي في كتابه جامع بيان العلم وفضله من طريق سلام بن سليم قال حدثنا الحارث بن غصين عن الأعمش عن أبي سفيان عن جابر مرفوعا: "أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم" قال ابن عبد البر: "هذا

اور تو اور مملکتِ سعودیہ کے کبارِ علماء کے ایک فتویٰ میں جس پر جناب سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن بازؒ کے ساتھ ساتھ موجودہ مفتی مملکہ اور فتویٰ کمیٹی کے کئی دیگر بڑے بڑے علماء کے دستخط ہیں، یہی غلطی سرزد ہوئی ہے۔[20]

إسناد لا تقوم به حجة لأن الحارث بن غصين مجهول"، قال الحافظ ابن حزم الأندلسي في كتابه (الإحكام في أصول الأحكام) قال: "هذه رواية ساقطة أبو سفيان ضعيف و الحارث ابن غصين هذا هو أبو وهب الثقفي، وسلام بن سليمان يروي الأحاديث الموضوعة وهذا منها بلا شك". اهـ. ولنأخذ رجلا واحدا من السند هو سلام بن سليمان قال الحافظ ابن حجر العسقلاني قال: "سلام بن سليم أو ابن سلم أو ابن سليمان و الصواب أبو سليمان ويقال أبو عبد الله وهو سلام الطويل خراساني الأصل، روى عن حميد الطويل، وثور ابن يزيد الرجبي وجعفر بن محمد الصادق وغيرهم وعنه - أي وروى عنه - عبد الرحمن ابن ثابت بن ثوبان وعبد الرحم بن محمد المحاربي وقبيصة بن عقبة وعلي بن الجعد وغيرهم"، قال فيه الإمام أحمد: "روى أحاديث منكرة"، وقال ابن أبي مريم عن ابن معين: "له أحاديث منكرة"، وقال الدوري وغيره عن ابن معين: "ليس بشيء"، وقال ابن المديني: "ضعيف"، وقال ابن عمار: "ليس بحجة"، وقال الجوزجاني: "ليس بثقة"، وقال البخاري: "تركوه"، وقال مرة: "يتكلمون فيه"، وقال أبو حاتم: "ضعيف الحديث تركوه"، وقال أبو زرعة: "ضعيف"، وقال النسائي: "متروك"، وقال مرة: "ليس بثقة ولا يكتب حديثه"، وقال ابن خراش: "كذاب"، وقال ابن حبان: "روى عن الثقات الموضوعات كأنه كان المعتمد لها وهو الذي روى عن النبي صلى الله عليه وسلم عن أنس: "وقت للنفساء أربعين يوما". اهـ.

(نظرات فی حدیث ''أصحابی کالنجوم''، صالح بن سعید بن ہلابی: صفحہ ۱۳۶، ناشر: جامعہ إسلامیہ، مدینہ منورۃ)

[20] هذا الحديث موضوع، رواه ابن عبد البر في (جامع العلم) من طريق سلام بن سليم، قال: حدثنا الحارث بن غصين عن الأعمش، عن أبي سفيان، عن جابر مرفوعا به، وقال ابن عبد البر: (هذا إسناد لا تقوم به حجة؛ لأن الحارث بن غصين مجهول). لكن علته من سلام بن سليم أعظم، وسلام هذا هو الطويل، ويقال: ابن سليمان وابن سليم، قال عنه الإمام أحمد: (منكر الحديث). وقال ابن حبان: (روى أحاديث موضوعة). وقد روى الحديث ابن حزم في الأحكام، وقال: (هذه رواية ساقطة، أبو سفيان ضعيف، والحارث بن غصين هذا هو أبو وهب الثقفي، وسلام بن سليمان يروي الأحاديث الموضوعة، وهذا منها بلا شك) اهـ.

وبالله التوفيق، وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم.

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

عضو... عضو... عضو... عضو... الرئيس

بكر أبو زيد، صالح الفوزان، عبد العزيز آل الشيخ، عبد الله بن غديان، عبد العزيز بن عبد الله بن باز۔
(فتاویٰ اللجنہ الدائمہ ۲: جلد ۳: صفحہ ۲۱۷ رقم ۱۲۴۶۴)

حالانکہ یہاں سلام الطویل (جن پر سخت کلام ہے) مراد لینا، کھلی غلطی ہے، جس کی دلیل درجِ ذیل ہے:

سلام الثقفی مراد لینا صحیح اور سلام الطویل مراد لینا غلط ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس سند میں سلام بن سلیمان کے شیخ **أبو وهب الحارث بن غصين الثقفي** ہیں، اور تلمیذ **عبد الله بن روح مدائني المعروف بعبدوس** ہیں، اور یہ دونوں شیخ و تلمیذ **سلام بن سليمان مدائني** ہی میں جمع ہوتے ہیں نہ کہ سلام بن سلم المعروف بسلام الطویل، کے شیوخ اور تلامیذ کی فہرست میں۔

دیکھئے **(تهذيب الكمال: ج ۱۲، ص ۲۸۶، ترجمہ: ۲۶۵۶، تهذيب الكمال: ج ۱۲ : ص ۲۷۷، ترجمہ: ۲۶۵۴)**

یہ بات تہذیب الکمال کے ادنی مطالعہ سے بھی سمجھی جاسکتی ہے کہ یہاں سلام ثقفی مراد ہیں نہ کہ سلام الطویل، مگر اس کے باوجود ان تمام کبارِ علماء سے ایک ہی طرح کی غلطی سرزد ہونے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ حضرات، بھلے دوسروں کو تقلید نہ کرنے کا درس دیتے رہتے ہوں، مگر یہاں خود تحقیق کرنے کے بجائے شیخ البانیؒ کی تقلید کر رہے ہیں۔

اس میں ان لوگوں کیلئے آئینہ ہے جو علماء احناف کی غلطیاں تلاش کرتے رہتے ہیں، اور اسکے مقابلہ میں علماء سعودیہ اور شیخ البانیؒ کی تحقیقات پیش کرتے ہیں۔

تذییل:

یہ بحث آخری مرحلہ میں تھی کہ جناب 'شمس الدین صدیقی' نام کے کسی عالم صاحب کی تحقیق نظر سے گزری،

بحث کا عنوان ہے " **البحث المختوم حول حديث «أصحابي كالنجوم»** " انہوں نے بھی اس سند کو صحیح کہا، اور اس حدیث کی تصحیح کی ہے، اور اس حدیث کی سند و متن پر ہونے والے تمام اعتراضات کے تشفی بخش اور مدلل جوابات دیئے ہیں، یہ بحث انٹرنیٹ پر موجود ہے۔[21]

فقط واللہ تبارک وتعالیٰ اعلم

[21] https://www.madarisweb.com/ar/articles/3241